

عمران سیریز

پرنس و پیکل

مظہر کلیم اللہ

علاقہ سیریز

پرنس و پرنسز

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

پاک گیٹ
مِلتات

یوسف برادرز

جملہ حقوق بحق ناشران محفوظ

چند باتیں

اس ناول کے تمام نام مقام کردار واقعات اور
پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جبری یا
کلی مطابقت محض اتفاق ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز
مصنف پر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

معزز قارئین!

سلام سنو! پرنس وینچل پیش خدمت ہے۔ اس جدید سائنسی
دور میں اب وہ مجرم صفحہ ہستی پر باقی نہیں رہے۔ جو جرم کرنے سے پہلے
بڑے خوف زدہ انداز میں پہلے اپنے چاروں جانب دیکھتے اور پھر ذرا
سا کھڑکا ہوتے ایسے بھاگتے جیسے موت کی سرحد سے بچ کر زندگی کی وادی
کی طرف لپک رہے ہوں۔ اور ان مجرموں کا پکڑا جانا اتنا آسان ہوتا تھا
کہ پولیس کا ایک سپاہی اپنی مونچھ کو مروڑتا اور مجرم کو گڑاتا اور رحم
کی اپیل کرتا اس کے قدموں میں گر جاتا۔ لیکن موجودہ دور میں ایسے مجرم
سامنے آرہے ہیں جو جرم کرنے سے پہلے جرم کا سدباب کرنے والے
افراد کو گولی سے اڑا دینے کے قائل ہوتے ہیں جو جرم کرنے کے بعد
اپنی مونچھوں کو تادوسے گردن دناستے پھرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ ایسے
سائنسی حربے استعمال کرتے ہیں کہ جرم کے وقوع پذیر ہونے کے
باوجود ان پر شبہ کی انگلی تک نہیں اٹھائی جاسکتی۔

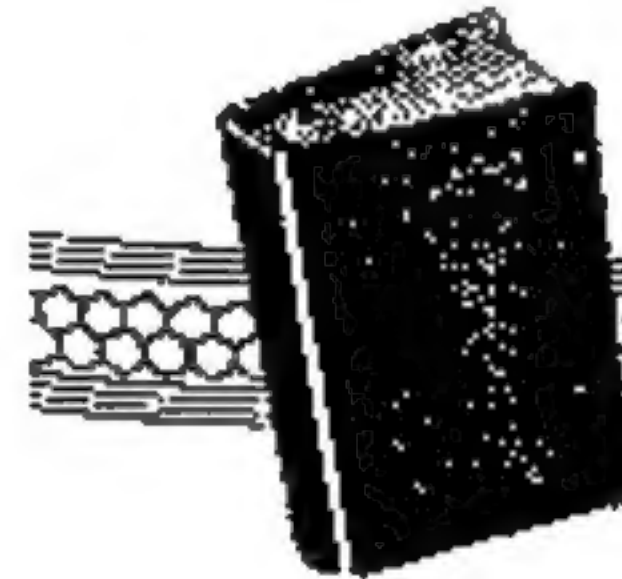
پرنس وینچل بھی ایسے ہی مجرموں کی کہانی ہے جو عمران اور سیکرٹ
سروس سے ٹکراتے ہوئے ذرا براہر بھی خوف محسوس نہیں کرتے بلکہ

ناشران ----- محمد اشرف قریشی

----- محمد یوسف قریشی

ترجمین ----- محمد علی قریشی

طابع ----- سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان



وہ سیکرٹ سروس کو پرکاش کی حیثیت دینے پر بھی تیار نہیں وہ اپنی ذہانت
عیاری اور منصوبہ بندی پر اتنے نازاں ہوتے ہیں کہ انہیں اس بات
کا مکمل یقین ہوتا ہے کہ سیکرٹ سروس لاکھ سو سو پچھتے کے باوجود بھی ان
پر شبہ کی انگلی تک نہیں کھڑی کر سکے گی۔ مگر بد قسمتی سے ان کا واسطہ
عمران جیسے شخص سے پڑ گیا تھا جو شبہ کی انگلی کھڑی کرنے کی بجائے
ہاتھ کاٹ لینے کا عادی ہے۔

مجرموں کے جدید نفسی حربے بھی عمران کے کمپیوٹر نفاذ میں کا مقابلہ
کرنے سے — قاصر رہے۔ اور اس بار بھی ان کے سائنسی حربے ان
کے کسی کام نہ آ سکے بلکہ عمران کی منفرد ذہانت نے مجرموں کو ان کے
اپنے ہی پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر پھڑپھڑانے پر مجبور کر دیا۔
اس کہانی کا مپو اتنا تیز ہے کہ اسے ایک بار شروع کر دینے کے
بعد پڑھنے والا سانس لینا تک بھول جاتا ہے۔ پوری کہانی کو موت کے
بے رحم ہاتھوں نے اس انداز میں ڈھانپ رکھا ہے کہ کتاب کی ہر
سطر موت کی سسراہٹ میں بدل گئی۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ناول اپنے منفرد اندازِ تحریر، کہانی کے تنوع اور
بھرپور کردار نگاری کی بنا پر آپ کو یقیناً پسند آئے گا۔ امید ہے حسب
سابق آپ اپنی آراء سے مطلع فرمائیں گے۔

وَالسَّلَامُ

مخلص
منظہر کلیم ایم اے

عمران سو فخر اکڑوں بیٹھا میز پر پڑے ہوئے دعوت نامے
کو نکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ دعوت نامہ بذریعہ ڈاک آج ہی
موصول ہوا تھا۔

اور عمران نے جس وقت سے دعوت نامہ پڑھا تھا۔ اس کے چودہ
طبق روشن ہو گئے تھے۔ اس وقت سے ہی اس کا خون کھول رہا
تھا اور غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے وہ اس وقت تک کم از کم ایک
کریٹ کوک پی چکا تھا۔ مگر خون کا درجہ حرارت معمول پر آ رہی نہیں بلکہ
تھا۔

اچانک عمران نے میز پر پوری قوت سے مکتہ مارا اور چیخ
کر کہا۔

”سیمان —“ اس کے لہجہ میں زحشی پھیتے کی سی کاٹ
تھی۔ دوسرے لمحے سلیمان دروازہ سے اندر داخل ہوا۔

پرنس و نچل کر رہا تھا۔ اور دعوت نامہ میں پرنس و نچل کو احمق اعظم کا خطاب دیا گیا تھا۔

”جناب ————— یہ کوئی ہوٹل نہیں ہے۔ اور میں باورچی ہوں۔
برہ نہیں ————— غضب خدا کا ————— ریفریجریٹر میں موجود ایک
ماہ کا کوڑا پیپ چکے ہیں۔ اور ابھی آپ کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اگر حکم
کریں تو ٹھنڈے پانی کی بالٹی لا کر آپ پر انڈیل دوں۔“ سلیمان نے
جھنجھلا کر کہا۔

”بحث مت کرو سلیمان — اگر خون کا درجہ حرارت بڑھ گیا تو تمہیں پورے شہر کی بوتلیں مجھے پلائی پڑ جائیں گی۔“ عمران نے غصہ سے بھرے لہجے میں کہا۔

”ایسا کریں صاحب۔۔۔ آپ یہ دعوت نامہ اٹھا کر ریفیو سچر ٹر
میں بیٹھ جائیں۔۔۔ آپ کا درجہ حرارت معمول سے بھی نیچے چلا جائے
گا۔“ سلیمان نے بیٹناری سے جھرپور لہجے میں کہا۔ اور واپس چلا گیا
”اب مجبور ہی ہے عمران صاحب۔۔۔ ٹیپر سچر ڈاؤن کرنا ہی
پڑے گا۔“ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے اپنے آپ سے کہا اور پھر
صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس نے ایک نظر دعوت نامے پر ڈالی اور دوسرے لمحے وہ مسکرا
 دیا۔ ظاہر ہے درجہ حرارت معمول پر آ گیا تھا۔ اور سلیمان کا جواب دینے
 پر مجبوراً ایسا ہونا ہی تھا۔

دعوت نامہ احمقان کلب سے موصول ہوا تھا۔ اور عمران کو غصہ اس بات پر آیا کہ احمقان کلب کی سالانہ میٹنگ اس بار ایک غیبی ملکی

مظاہرے پر دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ بازار سے گزرنے والے افراد جیسے ہی اسے دیکھتے بے اختیار ان کے چہروں پر مسکراہٹ ریگ آتی۔ عمران جہاں سے بھی گزرتا۔ اس کا حلیہ لوگوں کو ہنسنے پر مجبور کر دیتا۔ مگر عمران بڑھی ہی بے نیازی سے لوگوں کی بھیر سے گزرتا ہوا صدر دروازے پر پہنچ گیا۔

صدر دروازے پر ایک باورچی دربان موجود تھا جس کی بڑھی بڑھی مونچھوں سے ایک مونچھ تو بالکل سیدھی تھی اور دوسری چوبے کی ڈم کی طرح نیچے لٹکی ہوئی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے گھڑی پر سارے ٹوٹے ہوئے۔

عمران نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور دوسرے لمحے اس نے چونک کر اپنی کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھا۔
 ”تمہاری گھڑی خراب ہو رہی ہے۔۔۔ ٹائم ٹھیک کرو۔“
 عمران نے دربان سے مخاطب ہو کر بے حد سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”جی۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔“ دربان نے بوکھلاہٹ سے ہوسے لہجے میں کہا۔

”ارے عقلمند اعظم تمہاری مونچھیں ساڑھے نو بج رہی ہیں جبکہ ابھی پانچ بجے ہیں“ عمران نے طنز پر لہجے میں کہا۔
 ”گالی مت دیں جناب۔۔۔ اور اپنا دعوت نامہ دکھلائیں۔“
 دربان شاید عقلمند اعظم کے لفظ پر چکرا گیا تھا۔ ظاہر ہے وہ احمقان کلب کا دربان تھا۔ عقلمندی تو اس کے لئے گالی کا درجہ رکھتی تھی۔
 ”دعوت نامہ۔۔۔ تو کیا اندر دعوت ہو رہی ہے۔ کون سی

سیماں۔۔۔ ارے سیماں“ عمران کے لہجے میں اتنی شدید قسم کی بوکھلاہٹ تھی کہ پہلی ہی آواز میں سیماں یوں دوڑتا آیا کہ بھانے عمران پر کون سی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ مگر جب اس نے عمران کو اسس ٹھیلے میں دیکھا تو اس کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”صاحب۔۔۔ آپ نے فیض الہی پہن رکھی ہے۔“ سیماں نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نش اپ۔۔۔ تمہاری آنکھیں ضرورت سے زیادہ ہی سیدھی ہو گئی ہیں۔ اب مجھے ان کو الٹا کرنا پڑے گا۔ تم دروازہ بند کر لو اور ساتھ ہی اپنا بے ڈھنگا منہ بھی“ عمران نے غصے سے آنکھیں ٹکالتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔
 میٹریاں اتر کر وہ سیدھا گیراج کی طرف بڑھا اور چند لمحوں بعد اسس کی سرخ رنگ کی سپورٹس کار تیزی سے احمقان کلب کے مرکزی دفتر کی طرف دوڑتی چلی جا رہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر بعد مرکزی دفتر کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ دفتر پُر وئی تجارتی چوک کے درمیان میں ایک عظیم الشان عمارت میں تھا۔ عمران نے پارکنگ ٹیڈ میں اپنی کار پارک کی اور پھر کار لاک کر کے وہ سیدھا عمارت کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

دروازے کے اوپر مختلف رنگوں سے مزین ٹیوبوں سے ایک نیون سائن چمک رہا تھا۔ جس پر مرکزی دفتر احمقان کلب لکھا ہوا تھا۔ اور یہ نیون سائن اگٹاٹٹ کیا گیا تھا۔ عمران حماقت کے اس دلچسپ

دعوت ہے۔۔۔۔۔ دعوت طعام یا دعوت وصل؟۔۔۔۔۔ عمران نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

”کلب کی سالانہ میٹنگ ہے جناب“۔۔۔۔۔ دربان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”مگر تم تو کسی دعوت کا ذکر کر رہے تھے“ عمران نے سیدھا ہو کر کہا۔

”دعوت نہیں۔۔۔۔۔ بلکہ دعوت نامہ۔۔۔۔۔ وہ کارڈ جس کے ذریعے آپ کو بلایا گیا ہے“۔۔۔۔۔ دربان نے اس کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ وہ کارڈ جو پوسٹ آفس سے چالیس پیسے میں ملتا ہے۔۔۔۔۔ کیوں کسی محبوب کو لکھنا ہے۔ میری ایک بات یاد رکھو محبوب کو کبھی کارڈ محبت لکھا کرو بلکہ لفاظی لکھا کرو۔۔۔۔۔ ورنہ تم سے پہلے پوسٹ میں تمہاری محبوب کو لے اڑے گا۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر میں پیسے کے بکے دربان کے ہاتھ پر رکھے اور جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

دربان ایک لمحہ حیرت سے ہاتھ پر موجود دس دس پیسے کے دو سکوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے انہیں جیب میں ڈال دیا۔ ظاہر ہے کسی احمق سے اتنا وصول ہو جانا بھی غنیمت تھا۔

عمران جیسے ہی ہال میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر بے اقتیاء مسکراہٹ دوڑ گئی۔

پورا ہال بھانت بھانت کے مردوں اور عورتوں سے بھرا ہوا

تھا۔ ہر شخص عجیب و غریب لباس میں ملبوس تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے فینسی شو ہو رہا ہو۔ عمران بھی خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے سامنے ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ لڑکی بے حد سنجیدہ تھی۔ اسکی آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ کسی غلط جگہ آ پہنچی ہو۔

”ہیلو ہنی“۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔۔۔۔۔ تمہیں یہ جرات کیسے ہوئی کہ میرے ساتھ اس بے تکلفی سے پیش آؤ؟“ لڑکی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”ارے۔۔۔۔۔ ارے۔۔۔۔۔ تم تو سرچس چبانے بیٹھی ہو۔ چلو ہنی نہیں بلکہ سویٹ ہنی سہی“ عمران نے صلح کن لہجے میں کہا۔

”میرا نام شیلہ ہے۔۔۔۔۔ اور میں پرنس وینچل کی سیکرٹری ہوں“ لڑکی نے جب دیکھا کہ عمران یوں آسانی سے نہیں مانا تو اس نے عمران پر زور بھانے کے لئے کہا۔

”پرنس وینچل۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ وہ عقلمند اعظم۔

لعنت بھیجو اس پر۔۔۔۔۔ اور تم مجھ سے بات کرو۔۔۔۔۔ میرا نام پرنس آف ڈھمپ ہے۔ پرنس وینچل ہمارے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے؟“ عمران نے اتنی بے نیازی سے کہا جیسے پرنس وینچل کی شخصیت کو پرکاوہ کی حیثیت دینے پر بھی تیار نہ ہو۔

”ہو نہ ہو۔۔۔۔۔ تو تم بھی پرنس ہو۔۔۔۔۔ کون سی ریاست بتلائی ہے تم نے؟“ شیلہ نے اب اس میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

”ریاست کوگولی مارو۔۔۔۔۔ یہ بتلاؤ کہ تم نے شادی کا کیا پروگرام بنایا ہے؟“ عمران نے سوال کیا۔

”شادی ——— کیوں۔۔۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟“ شیلہ نے چونک کر پوچھا۔

”اس لئے کہ جب سے میں آیا ہوں تم نے میرے لئے کوئی چیز نہیں منگوائی۔۔۔ میں نے سمجھا کہ شادی کا پروگرام بنا رکھا ہو۔ اس لئے بہت کر رہا ہوں۔“ عمران نے احمقانہ لہجے میں جواب دیا اور شیلہ بے اختیار ہنس پڑی۔

اب وہ عمران کی شخصیت میں پوری طرح دلچسپی لے رہی تھی۔ اس کے ذہن پر چھائی ہوئی بیزاری کی گرد عمران کی باتوں سے اڑ چکی تھی۔

”تم کیا پیو گے۔۔۔“ شیلہ نے ہنستے ہوئے پوچھا۔
”شریت و صل بعد معجون“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ اور شیلہ ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”تم بے حد عجیب آدمی ہو۔۔۔“ پرنس وینچل سے بھی زیادہ۔“ شیلہ نے جواب دیا۔

اور اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا، اپنا ہلکے سیکر ٹری کی آواز گونجی۔

”احقر۔۔۔ میری بات سنو۔۔۔ کلب کی سالانہ میٹنگ کا آغاز کیا جاتا ہے۔۔۔ اس میٹنگ کی صدارت پوری دنیا کی مشہور شخصیات اعلیٰ اعظم جناب پرنس وینچل فرما رہے ہیں۔ میں پرنس وینچل سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میز صدارت پر تشریف رکھیں۔“ سیکر ٹری نے کہا اور دوسرے لمحے عمران نے دیکھا کہ ایک

پتلا دبلا نوجوان جس نے سسرنے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اور چہرے پر ہلکی وارٹھی لہرا رہی تھی، بڑے فخریہ انداز میں اٹھا اور پھر سیٹج پر رکھی ہوئی ایک بڑی سی میز پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ اسی کے بیٹھنے ہی تمام ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

مگر ابھی تالیوں کی گونج ختم نہیں ہوئی تھی کہ عمران کی آواز ہال میں اُبھر دی۔

”میں احتجاج کرتا ہوں کہ اعلیٰ اعظم میں ہوں۔ اس میٹنگ کی صدارت مجھے سونپی جائے۔ اعلیٰ اعظم پرنس آف ڈسٹمپ کو۔۔۔ پرنس وینچل تو میرے سامنے گھیارہ لگتا ہے۔“ عمران نے کھڑے ہو کر بلند آواز میں کہا۔

اور دوسرے لمحے ہال میں موجود ہر فرد چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پرنس وینچل بھی اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پُرا سرار سی مسکراہٹ دیکھ رہی تھی۔

”تم بیٹھ جاؤ۔۔۔ دعوت ناموں پر چونکر پرنس وینچل کا نام چھپ چکا ہے۔ اس لئے مجبور رہی ہے۔ صدارت پرنس وینچل ہی کریں گے۔ سیکر ٹری نے انتہائی سہجنت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔۔۔ یہ بات ہے۔۔۔ تب واقعی مجبور رہی ہے۔ مگر ایک شرط ہے کہ پرنس وینچل کو اعلیٰ اعظم نہیں کہہ سکتے۔ اس کے لئے باقاعدہ الیکشن ہونا چاہیئے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ مجھے منظور ہے۔“ اس سے پہلے کہ سیکر ٹری جواب دیتا۔ پرنس وینچل نے جواب دیا۔ اس کی آواز بھی

اس کے جسم کی مطلق بقت سے بار کی تھی۔

”ویری گڈ۔۔۔ ویری گڈ۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اور پھر دو بار دہرایا۔

مینگ کی کارروائی شروع ہو گئی اور پھر چند ہی لمحوں بعد پر فیصلہ ہو گیا کہ پرنس ونچل کی آمد کی خوشی میں آج رات گزری بیچ پر کینک مٹائی جائے جس میں تمام احمقوں کو حماقتیں کرنے کی کھلی چھٹی ہوگی اور اس کے ساتھ ہی مینگ درخواست ہو گئی۔

عمران ابھی کرسی سے اٹھنے ہی والا تھا کہ پرنس ونچل میز سے اتر کر سیدھا اس کے قریب آ گیا۔ شیلہ اسے آتے دیکھ کر مودبانہ انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

”پرنس آف ڈمپ۔۔۔ مجھے تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔“
پرنس ونچل نے عمران کا ہاتھ زبردستی پکڑتے ہوئے کہا اور پھر جھیک کر عمران کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

”میری سیکرٹری بڑی بد مزاج ہے اور خاص طور پر بستر میں تو یہ کھٹکنی بن جاتی ہے۔“

”اوہ۔۔۔ یہ بات ہے۔۔۔ مگر یہ تو کہہ رہی تھی کہ پرنس ونچل بستر میں ریفریجریٹر بن جاتا ہے۔۔۔ جتنی چاہے اسے کریم بنا لو۔“
عمران نے شیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

”کیوں سیکرٹری۔۔۔ تم نے یہ رائے کی بات پرنس آف ڈمپ کو کیوں بتلا دی۔۔۔ ڈمپ۔۔۔ ایک دم ڈمپ۔“ پرنس ونچل نے انتہائی غصیلے لہجے میں جواب دیا۔ اور عمران کا ہاتھ پکڑ کر اسے

کھینچتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ عمران نے دیکھا کہ شیلہ بڑا سا منہ بنائے کھڑی تھی۔

”آؤ پرنس۔۔۔ مجھے تم سے ایک خاص بات کرنی ہے۔“ ونچل نے کہا۔

اور پھر اس سے لیتے ہوئے عمارت کے ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ شاید اسے کلب کی طرف سے رہائش کے لئے دیا گیا تھا۔
”ہیٹو۔۔۔“ پرنس ونچل نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور عمران

کرسی پر چڑھ کر اکڑوں بیٹھ گیا۔
پرنس ونچل اسے کھڑا چند لمحے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے جھپٹ لگایا اور بستر پر سر کے بل کھڑا ہو گیا۔

”ہاں تو دوست۔۔۔ بات یہ ہے کہ اگر احمق اعظم کے لیے الیکشن ہوں تو تم دو ٹوٹ مجھے دینا۔ اس کے بدلے میں تمہیں اپنی سیکرٹری شیلہ دون کا۔ وہ بڑی احمق لڑکی ہے۔۔۔ تمہیں خوش رکھے گی۔“ پرنس ونچل نے مذاکرات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ اگر تم اپنا دو ٹوٹ مجھے دو تو اس کے بدلے میں تمہیں اپنا باورچی سلیمان دون کا۔۔۔ ایسے ایسے احمقانہ کھانے پکاتا ہے کہ تمہیں الٹا کھڑا ہونے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی اور تمہاری کھوپڑی خود بخود تمہارے گھٹنوں میں پہنچ جائے گی۔“

عمران نے مصویرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔
”چلو ٹھیک ہے۔۔۔ ووٹ لے لینا اور باورچی سے دینا۔“

”یہ بات ہے — پھر ٹھیک ہے۔ میں اپنا ووٹ تمہیں
دوں گا اور تمہاری کھٹکھٹی جی کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا“ عمران
نے بھی ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ بالی بالی — پھر رات کو سمندر پر ملاقات ہوگی
پرنس وینچل نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔
اور پھر عسکری اٹھ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔



عمران نے کلب سے نکل کر اپنی کار کی طرف بڑھا اور چند لمحوں
بعد اس کی کار تیزی سے سڑکوں پر دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ اس کے
ذہن میں ایک نامعلوم سی خلش تھی۔

اسے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پرنس وینچل کے نام سے وہ
آشنا ہو۔ مگر اس کی صحیح ماہیت اسے سمجھ نہیں آرہی تھی۔ بار بار
کوئی بات اس کے ذہن میں آتے آتے رہ جاتی تھی۔

اس ذہنی کٹل مکٹل میں مبتلا کار چلاتا ہوا وہ دانش منزل کے گیٹ
پر پہنچ گیا۔ کار سے اتر کر اس نے گیٹ پر لگا ہوا مخصوص بٹن دبایا
اور چند لمحوں بعد گیٹ کھل گیا اور وہ کار اندر لیتا چلا گیا۔

آپریشن روم میں بلیک زیرو نے اس کا تعجب سے بھرپور انداز
میں استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”بڑی مدت کے بعد آپ کو اسس جیلے میں دیکھ رہا ہوں عمران
صاحب — بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب تک میں میک اپ میں رہا ہوں ظاہر — آج تم میرا
اپنا اصل روپ دیکھ رہے ہو“ عمران نے ہنسی لہجے میں جواب دیا۔
اور پھر تیزی سے چلتا ہوا لا بریری میں داخل ہو گیا۔ یہاں
لوہے کی بڑی بڑی الماریوں میں پوری دنیا کے مجرم اور جاسوسوں
کے ریکارڈ کی فائلیں موجود تھیں۔

عمران کافی دیر تک کیٹلاگ دیکھتا رہا اور پھر اس کی آنکھیں ایک
نام دیکھ کر بے ساختہ چمک اٹھیں۔ اس نے کیٹلاگ بند کی اور کوئی
میں موجود ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ بلکہ ہی اس کے ہاتھ میں ایک
سرخ فائل موجود تھی۔

اس نے فائل کھول کر ایک نظر اس پر ڈالی اور پھر فائل بند کر کے
دوبارہ آپریشن روم میں آ گیا۔

”کوئی کیس شروع ہو گیا ہے عمران صاحب“ بلیک زیرو نے اسے
فائل پکڑے دیکھ کر پوچھا۔

”ابھی شروع تو نہیں ہوا — مگر میں سوشل رہا ہوں کہ زبردستی
شروع کرادوں۔ — اب فارغ بیٹھے بیٹھے میرے ذہن کو زنگ لگتا
جا رہا ہے“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر صوفے پر بیٹھ کر اس
نے فائل کھول کر پڑھنی شروع کر دی۔ کافی دیر تک وہ بغور فائل کا

مطالعہ کرتا رہا۔ پھر اس نے فائل بلیک زیر و کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اسے پڑھو ظاہر۔۔۔ اور مجھے بتاؤ کہ اگر یہ مجرم ہمارے ملک میں آجائے تو کیا کنس شروع نہیں ہو جانا چاہیے۔“
بلیک زیر و نے فائل لے کر پڑھنا شروع کر دی اور پھر اس نے ایک طویل سانس لے کر بند کر دی۔

”یہ تو بید خطرناک مجرم ہے عمران صاحب۔۔۔ اگر واقعی یہ ہمارے ملک میں موجود ہے تو یقیناً کسی خطرناک کیس کا آغاز ہو چکا ہے۔“ بلیک زیر و نے فائل بند کر کے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔۔۔ پرنس وینچل سفید لومڑی کے نام سے یورپ کی زیر زمین دنیا میں مشہور ہے۔ یہ بید یا لاک، عیار اور معصوم صورت مجرم ہے۔ اس کا جرم کرنے کا طریق کار اتنا انوکھا ہوتا ہے کہ مشن کی کامیابی تک اس پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔“ عمران نے بلیک زیر و کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مگر آپ کو کیسے معلوم ہے کہ یہ ہمارے ملک میں آچکا ہے؟“

بلیک زیر و نے سوال کیا۔

”میں ابھی ابھی اس سے مل کر آیا ہوں۔۔۔ ہمارے ملک میں اس کا نام پرنس وینچل ہے اور یہ اچھان کلب کی صدارت کرنے کیلئے آیا ہے۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر تمام تفصیل بلیک زیر و کو بتا دی۔
”مگر ہو سکتا ہے کہ اس کا مقصد محض تفریح ہو۔ کیونکہ اچھان کلب

کی صدارت کرنا تو کوئی جرم نہیں۔۔۔“ بلیک زیر و نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ مگر میری ہاں کسی جرم کی خوشبو سونگھ رہی ہے۔۔۔ پرنس آف ڈھب کا نام سن کر اس نے جس طرح میری ذات میں دلچسپی لی ہے اس سے میں مشکوک ہو گیا تھا۔ اور پھر وینچل کا نام میرے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔ بہر حال ہمیں بہر حال میں چوکنا رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ سفید لومڑی ہمارے ملک سے کوئی خرگوش مار کر لے جائے اور ہم واقعی اچھان کلب کے ممبر بنے رہ جائیں۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ ہمیں بہر حال چوکنا رہنا چاہیے۔“ بلیک زیر و نے عمران کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”چوکنا ہی نہیں۔۔۔ بیج کتنا بلکہ چھ کتنا رہنا پڑے گا۔“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

ابو بلیک زیر و ظاہر ہے سوائے مسکراتے کے اور کیا کر سکتا تھا ”اچھا۔۔۔ میں چلتا ہوں۔ تم ایسا کرو۔ جو لیا سے کہہ کر تمام ممبران کی سگنلری بیج پر ڈیوٹی لگا دو۔ ان کا کام صرف نگرانی کرنا ہوگا اور اگر ضرورت پڑی تو میں ان سے رابطہ قائم کر لوں گا۔“ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر بلیک زیر و کو اثبات میں سر ہلاتا دیکھ کر وہ اپریشین روم سے باہر نکل گیا۔

دیا۔ بٹن دیتے ہی دوسری طرف سے ہلکی سی آواز ابھری۔

”ایس — وائٹ فاکس سپیکنگ — اور“

”شیلڈ سپیکنگ دس اینڈ — اور“ شیلڈ نے قدر سے

موتربانہ لہجے میں جواب دیا۔

”رپورٹ پلینز اور“ دوسری طرف سے اس بار قدر سے

کے سخت آواز سنائی دی۔

”پرنس آف ڈھپ سرخ رنگ کی سپورٹس کار نمبر جی۔ اے۔ ون نینو

فائیون میں کلب سے نکل کر لوکلپس روڈ کی ایک بہت بڑی قلعہ نما

عمارت میں داخل ہوا ہے۔ عمارت پر نہ ہی کوئی نمبر ہے اور نہ ہی کوئی

نیم پلیٹ ہے۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے — اور۔

شیلڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اسے تعاقب کا شک تو نہیں پڑا — اور“ دوسری طرف

سے سوال کیا گیا۔

”نہیں جناب — قطعی نہیں — اور“ شیلڈ نے با اعتماد

لہجے میں جواب دیا۔

”اچھا تم وہیں ٹھہرو — میں نمبر ایون اور نمبر سکس کو بھیج رہا

ہوں۔ یہ دونوں وہیں ٹھہریں گے اور جب پرنس آف

ڈھپ عمارت سے باہر نکلے تو تم نے اس کا تعاقب کرنا ہے۔ اور یہ

دونوں عمارت کی تلاشی لیں گے — اور“ دوسری طرف

سے بتایا گیا۔

”او۔ کے — اور“ شیلڈ نے جواب دیا۔

عمران کی کار جیسے ہی پارکنگ شیڈ سے نکلی تھی۔ ایک نیلے رنگ

کی فیٹ بھی سٹارٹ ہو کر اس کے پیچھے چل دی تھی۔ فیٹ میں

ڈرائیونگ سیدٹ پر پرس و پیل کی سپر گری شیلڈ تھی اور وہ بڑی ہوشیاری

سے عمران کا تعاقب کر رہی تھی۔

مختلف سڑکوں سے گزرتے کے بعد جب عمران کی کار دالٹس منزل

کے گیٹ پر رکی تو اس سے تھوڑی دور شیلڈ کی فیٹ بھی ایک درخت

کے نیچے موجود تھی۔

عمران کی کار کے گیٹ کے اندر جانے کے بعد شیلڈ نے کار کے

بڑھائی۔ اور پھر وہ دالٹس منزل کے گیٹ کے سامنے سے گزرتی ہوئی

آگے بڑھتی چلی گئی۔ کافی دور آگے جا کر اس نے ایک سٹائن جگہ پر

اپنی کار روکی اور پھر کار کے ڈیش بورڈ میں ایک سرخ رنگ کا بٹن

لجے شیلانے کارٹ سٹارٹ کر دی۔ کار آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔
اس نے بیک مرر کو اس انداز میں سیٹ کیا ہوا تھا کہ اس عمارت کا
گیٹ صاف نظر آ رہا تھا۔

اس کی کار آہستہ آہستہ رنگ رہی تھی اور پھر اسے گیٹ سے
سرخ رنگ کی سپورٹس کار نکلتی نظر آگئی۔ گیٹ سے باہر نکلتے ہی اس کا
رُخ واپس سمت ہو گیا۔ اوھر ہی شیلہ کی کار بھی موجود تھی۔

چنانچہ جب پیورٹس کارشیلہ کی کار کے قریب سے گزری تو شیلہ نے
جان بوجھ کر اپنا رخ دوسری طرف موڑ لیا۔ پیورٹس کار آگے بڑھتی چلی
گئی۔ کافی فاصلہ دے کر شیلہ نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔

سپورٹس کار مختلف مشکوں سے گزرنے کے بعد سیر مارکیٹ کے ایک کینے کے سامنے جا کر رُک گئی اور پھر عمران کار سے نکل کر کینے میں داخل ہو گیا۔ شیل اس سے تھوڑی دور کار روک کے اس کے باہر نکلنے کی منتظر رہی۔ مگر جب کافی دیر تک عمران واپس نہیں آیا تو اس نے کار لاک کی۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی کینے کے گیٹ میں داخل ہو گئی۔ گیٹ میں داخل ہوتے ہی اسے دور ایک میز کے نیچے عمران بیٹھا نظر آگیا۔ عمران اپنے سامنے کافی کی پیالی رکھے جیسے جام جمشید میں آنے والے حالات کا معائنہ کر رہا ہو۔

شیلہ کے لئے اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اس کے پاس جا بیٹھتی۔ چنانچہ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اس کی میز کے قریب پہنچ گئی۔ مگر عمران کا استغراق نہیں ٹوٹا۔ وہ اسی حالت میں بیٹھا رہا۔ کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں پرس۔ شیلہ نے بڑے میٹھے لہجے

شیلہ ایک بار چھوٹا نشی منزل کے گیٹ پر نظریں جمائے بیٹھ گئی۔
اور تقریباً پانچ منٹ بعد اسے عمارت کا دیو میٹل گیٹ کھلتا نظر آیا۔ اس

میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
اس کی آواز سنتے ہی عمران یوں بڑی طسرح چونکا کہ کسی سے
گتے گرتے بچا۔

”بیٹھو — بیٹھو — مگر یہ خیال رہے کہ رومائش کا ٹاپک
مبت چھیڑنا۔ میں اس سے الگ رہتا ہوں اور مجھے اباجان نے
بھی سختی سے بند کیا ہوا ہے۔

کہ اگر اس قسم کی بات کسی لڑکی سے کی تو ریاست سے عاق کر دوں گا۔
عمران نے شیدا کی طرف بغور دیکھتے ہوئے بڑے معصوم لہجے میں کہا۔ مگر
اس کی نظروں سے اجنبیت نمایاں تھی۔ جیسے وہ شیدا کو پہلی بار دیکھ رہا

ہو۔ ”شکریہ پرس“۔ شیدا نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اور عمران ایک بار پھر کافی کی پیالی کو دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔
”کافی ٹھنڈی ہو گئی ہے“۔ شیدا نے مسکراتے ہوئے گفتگو کا آغاز
کیا۔

”کافی ٹھنڈی — باپ رے مجھے اتنی ٹھنڈی تو نہیں
پلائیے۔ بس معمولی سی ٹھنڈی کافی ہے۔“ عمران نے جواب دیا اور
شیدا اس کی بات پر بے اختیار ہنس پڑی۔

”آپ کا میرا تعارف تو نہیں ہے۔ پھر آپ کیوں ہنس رہی ہیں۔
قبلہ اباجان کہتے ہیں کہ بغیر تعارف کے نہیں ہنسنا چاہیے۔“ عمران نے
بڑے سنجیدہ لہجے میں شیدا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تو کیا آپ واقعی مجھے نہیں پہنچاتے۔ احمقان کلب میں آپ کا

ہمارا تعارف تو ہو چکا ہے۔“ شیدا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”احمقان کلب — یہ کہاں ہے — کیا کوئی نیا چڑیا گھر
قائم ہوا ہے۔“ عمران نے کپٹی پر انگلی رکھ کر غور کرنے والے انداز
میں کہا۔

”ارے — میرا نام شیدا ہے اور میں پرس و نچل کی سیکرٹری
ہوں۔“ شیدا نے اس بار سنجیدگی سے جواب دیا۔ کیونکہ پہلے تو وہ
سمجھتی رہی تھی کہ عمران ایک لڑکے کا رول ہے۔ مگر عمران کے چہرے اور
آنکھوں میں اجنبیت کے آثار اتنے واضح تھے کہ اسے بھی سنجیدگی
اختیار کرنی پڑی۔

”کیلا — بہت خوب — یعنی اب لڑکیوں نے بھی پھلوں
کے نام اپنانے شروع کر دیئے ہیں۔ بہت خوب — مس کیلا —
عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔
”کیلا نہیں — شیدا — شیدا —“ شیدا نے اس بار جھلاتے
ہوئے کہا۔

”اچھا — اچھا — میں نے سن لیا ہے۔ ویٹر — ادھر آؤ
اور ایک درجن کیلے لے آؤ مس کیلا — اوه۔ سواری مس شیدا کے
لیئے۔“

عمران نے شیدا کو جواب دیتے دیتے ویٹر کو آرڈر دینا شروع
کر دیا۔ اور ویٹر صرف مسکرا کر آگے بڑھ گیا۔

”ہاں تو مس چھیلا — آپ کیا کہہ رہی تھیں — ذرا پھر سے بتائیے۔“
عمران نے آگے بڑھ کر سرگوشیاں لہجے میں کہا۔

”ٹانسنس — کیا تم واقعی احمق ہو — چھیلا نہیں شیلہ میرا نام ہے اور میں پرنس وینچل کی سیکرٹری ہوں۔“ شیلہ نے اس بار واقعی شدید جھنجھلاہٹ سے بھرپور لہجے میں کہا۔

”ٹانسنس — احمق — شیلہ — تو تمہارے تین نام ہیں۔ مگر مجھے تو ٹانسنس پسند ہے۔ کیوں کیسا ہے۔“ عمران نے بڑے معصوم لہجے میں جواب دیا۔ اور شیلہ کا دل چاہا کہ یا تو خود کشی کرے یا مقابل میں بیٹھے پرنس کا سر توڑ دے۔ مگر سوائے خون کے گھونٹ پینے کے وہ اور کیا کر سکتی تھی۔ چنانچہ اس بار اس نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ دانت چبچب کر بیٹھی رہی۔

عمران چند لمحوں کے لیے نیازی سے بیٹھا ادھر ادھر دیکھتا رہا جیسے اسے شیلہ کی دہانوں میں موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔ اچانک وہ بڑی طرح چمک پڑا۔ اور پھر اس نے کلائی کی گھڑی دیکھی اور اس بار جب اس نے شیلہ کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر شناسائی کے آثار ابھر گئے تھے۔

”ارے میں شیلہ — آپ یہاں کب آئیں — بہت خوب کسے معلوم تھا کہ آپ کی میری ملاقات اتنی جلد ہی ہو جائے گی۔“ عمران نے زندگی سے بھرپور لہجے میں کہا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اسے اب معلوم ہوا ہو کہ شیلہ وہاں موجود ہے۔

شیلہ اس اچانک کا یا پلٹ پر پہلے تو چند لمحے جھنجھکی بیٹھی رہی۔ پھر اس نے چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔
”شکر ہے آپ کو خیال تو آیا ورنہ پچھلے آدھے گھنٹے سے آپ مجھے پہچان ہی نہیں رہے تھے۔“

”اوہ — شیلہ ڈیو — دیر ہی سو رہی۔ دراصل سات بجے

سے آٹھ بجے کے دوران میری یادداشت غائب ہو جاتی ہے۔ یہ مجھے بڑی پرانی بیماری ہے۔ اگر اس دوران مجھ سے کوئی گستاخی ہوئی ہو تو میں معذرت چاہتا ہوں۔“ عمران نے اس کا ہاتھ بڑے پیار سے انڈاز میں اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

”بڑی انوکھی بیماری ہے۔ بہر حال یہ بتلائیں کہ آج آپ پکنک پر آ رہے ہیں نا؟“ شیلہ نے بھی بڑے میٹھے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی عمران کا ہاتھ بھی دھیرے سے دبا دیا۔

”ارادہ تو نہیں تھا۔ بہر حال اگر تم کہو تو ضرور آؤں گا۔“ اور ہاں — مجھے یاد آیا — تمہارے پرنس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ احمق اعظم کے الیکشن میں اگر میں اسے ووٹ دوں تو وہ تمہیں مجھے بخش دے گا۔ کیوں کیا خیال ہے وے دوں ووٹ۔“ عمران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

”جیسے آپ کی مرضی ہو — میں کیا کہہ سکتی ہوں۔“ شیلہ نے شرارتے ہوئے کہا۔

”اچھا — اچھا — ضرور ووٹ دوں گا۔ مگر یہ سوچ لو میں غلطی نہ کر دوں۔“ دیر — دیر — ارے دیر — جلدی دھراؤ۔“ عمران نے شیلہ کو جواب دیتے ہوئے دیر کو پکارنا شروع کر دیا۔ دوسرے لمحے دیر اس کے قریب پہنچ گیا۔
”دیر — کافی نے آد جلدی۔“ عمران نے دیر کو آد جیتے ہوئے کہا۔

اور دیر اثبات میں سر ہلا کر آگے بڑھ گیا۔

”تمہارا اصل نام کیا ہے“ — شیلانے عمران سے مخاطبہ کر پوچھا۔ اور اس بار شیلانے آنکھوں میں عمران کو ایسے جذبات نظر آئے کہ اس نے دل ہی دل میں انا اللہ کا ورد کرنا شروع کر دیا۔

”پرنس ٹمبکوٹو — عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

”ٹمبکوٹو — یہ کیا نام ہوا؟“ شیلانے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”بس — شہزادوں کے ایسے ہی نام ہوتے ہیں۔“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ اسی لمحے ویٹر نے کافی ان کی میز پر سرود کر دی۔

”تم کافی بناؤ — میں ذرا اپنے باڈمی گارڈ کو طلب کر لوں رات ہو گئی ہے اور اب مجھے ڈر لگنا شروع ہو گیا ہے۔“ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور تیزی سے اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

شیلانے کافی بناتے میں مصروف ہو گئی۔ مگر اس کا ذہن عجیب کش مکش کا شکار تھا۔ اسے پرنس ہیچر معصوم، بھولا بھالا اور قطعی بے ضرر معلوم ہوتا تھا۔ مگر وہ جانتی تھی کہ پرنس ونچل اس کے متعلق کیا منصوبہ بناتے ہوئے ہے۔ کئی بار اس کے جی میں آیا کہ اس معصوم انسان کا آنے والے خطرے سے آگاہ کر دے۔ مگر پھر وہ رک گئی۔ کیونکہ وہ پرنس ونچل کی ظالمانہ طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی۔

اسے معلوم تھا کہ پرنس ونچل کو اگر شیلانے پر ذرا برابر بھی شک پڑے گا تو زہری شیلانے زندہ رہ سکے گی اور نہ ہی اسے اپنی مرضی سے موت سکے گی۔ دوسری بات یہ تھی کہ شیلانے اس معصوم مگر بے حد جی

نوجوان کو دل سے پسند کرنے لگی تھی۔

اب بھی کافی بناتے ہوئے وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اس کے سامنے پرنس ونچل کا اصل روپ آشکارا کر دے۔ مگر پھر وہ پرنس ونچل کے دوسرے رخ کا تصور کر کے کانپ گئی۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ آخری کچوں میں وہ اشارتاً پرنس کو چوکنا کر دے گی۔ اس کے بعد اس کی قسمت۔

لستے ہیں پرنس دوبارہ کرسی پر آ بیٹھا اور شیلانے کافی کا کپ اس کی طرف کھسکا دیا۔ پرنس نے بڑے اطمینان سے کافی پینی شروع کر دی۔

اور شیلانے اس کی معصومیت کا دل سے یقین آ گیا۔ کیونکہ پرنس ونچل کے کہنے کے متعلق اگر پرنس ٹمبکوٹو کوئی خطرناک شخصیت ہوتا تو اسے شک بھی ہو سکتا تھا۔ کہ کافی میں کوئی چیز نہ ملا دی گئی ہو مگر جس اطمینان سے وہ کافی پی رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بے چارہ واقعی ایک احمق اور بھولا بھالا پرنس ہے۔

”کیا تم نے واقعی کوئی باڈمی گارڈ رکھا ہوا ہے؟“ شیلانے عمران سے پوچھا۔

”ہاں — مگر صرف رات کے لئے۔ کیونکہ رات ہوتے ہی مجھے ڈر لگنا شروع ہو جاتا ہے — پھر آج تو سمندر کے کنارے جانا ہے اور سمندر سے تو مجھے دن میں بھی ہول آتا ہے۔“ عمران نے بڑے معصومیت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

ابھی دونوں کو کافی پیتے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ شیلانے

چونکہ پڑھی۔ اس نے کیفے کے دروازے پر ایک لمبے ترشکے گینڈے غاصبشی کو دیکھا جس نے فاک کی درمی پہنی ہوئی تھی اور جس کے دونوں پہلوؤں میں بگے ہوئے بولسٹروں میں ریوا لور صاف نظر آرہے تھے۔
”میرا باڈی گارڈ آگیا۔۔۔ دیکھا کتنا اچھا باڈی گارڈ ہے میرے آبا جانا نے مجھے سمجھنے کے طور پر دیا ہے۔“ عمران نے خوشی سے کلکاریاں مارتے ہوئے کہا۔

اس کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی بچہ دوسرے کو اپنا دل پسند سمجھو کھا رہا ہو۔

جیسی نے کیفے کے دروازے پر ڈک کر ایک لمحے کے لئے تما ہال پر نظریں دوڑائیں اور پھر وہ تیر کی طسرح عمران کی طرف بڑھ لگا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے تمام افراد اس گرانڈیل حبشی کو دیکھ کر قد خوشنودہ ہو گئے تھے۔ کیونکہ اس کے ہال میں داخل ہوتے ہی ہیکٹو ہال پر موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی تھی۔

عمران کے قریب پہنچ کر حبشی نے عمران کو زوردار سیلوٹ اور پھر عمران کی کرسی کے پیچھے تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا ایک ہاتھ ریوا کے دستے پر تھا۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی ریوا لور لگا کر بے ستھاشا فائرنگ شروع کر دے گا۔

”یہ میرا باڈی گارڈ جوزف ہے۔۔۔ اور یہ مس شیلہ۔“ عمران نے شیلہ اور جوزف کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔
جوزف نے ایک اچلتی ہوئی نظر شیلہ پر ڈالی اور پھر سیدھا گیا اور پھر شیلہ سے پار می مرعوب ہو کر رہ گئی۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتا

تھی کہ اس احق نوجوان کا اتنا گرانڈیل باڈی گارڈ بھی ہو سکتا ہے اب اسے یقین آگیا تھا کہ یہ نوجوان واقعی کسی سیاست کا پرنس ہے چنانچہ یہ خیال آتے ہی شیلہ کے دل میں عمران کے متعلق پسندیدگی کے جذبات ابھر آتے۔

ظاہر ہے ایسے احق مالدار پرنس لڑکیوں کے شروع سے ہی آئیڈل رہتے ہیں۔ اس میں بیماری شیلہ کا کیا قصور۔

”چلو شیلہ لگنڈری زیچ۔۔۔ میرا خیال ہے کہ پکنک کا وقت ہو گیا ہے۔“ عمران نے جیب سے ایک بڑا سا نوٹ نکال کر کافی دان کے نیچے رکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ شیلہ کا ہاتھ پکڑے گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔

جوزف بڑے بارعب انداز میں اس کے پیچھے چل رہا تھا اور ہال میں موجود ہر فرد آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہا تھا۔
کیفے سے باہر نکل کر جیسے ہی عمران اپنی کار کی طرف بڑھا شیلہ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا

”اچھا پرنس۔۔۔ میرے پاس اپنی کار ہے۔۔۔ اب پکنک ہر ملاقات ہوگی۔ مجھے اجازت دیں۔“

”اسے گولی مارو کار کو یہیں رہنے دو۔۔۔ تم میرے ساتھ چلو۔“ عمران نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

”نہیں پرنس۔۔۔ میں نے ایک ضروری کام کرنا ہے۔ اس کے بعد میں زیچ لگنڈری جاؤں گی۔“ مجھے اجازت دو۔“ شیلہ نے منہ کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔۔۔ پھر میں تمہاری کار میں بیٹھ جاتا ہوں۔ میں تم سے جدا نہیں ہونا چاہتا۔ تم مجھے یہی پسند آتی ہو۔۔۔۔۔ میں ضرور پرنس وینچل کو وراثت دے کر تمہیں حاصل کر لوں گا۔۔۔۔۔ تم بے فکر رہو۔۔۔۔۔“
 عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ مکمل طور پر شیلا پر ریشہ خلم ہو چکا ہو۔

اور پھر شیلا نے اکیلے جانے پر کافی اصرار کیا مگر عمران بھلا کہاں باز آتا تھا۔ وہ اس کی کار میں بیٹھ گیا۔ جو زون کو اس نے اپنی کار سے اٹھ کاٹھم دیا۔ مجبوراً شیلا کو ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنی پڑی۔

اس دوران عمران اپنا کام کر چکا تھا۔ اس کا ہاتھ کوٹ کی جیب سے باہر آیا اور اس نے ایک ماچس جتنا بگس ڈیش بورڈ کے نیچے چبا دیا۔ پھر جیسے ہی شیلا نے کار موڑی، اچانک عمران چیخ پڑا۔
 ”ارے۔۔۔۔۔ ارے۔۔۔۔۔ کار روکو۔۔۔۔۔ مجھے یاد آگیا۔“

عمران نے کہا اور شیلا نے گھبرا کر زور سے بربک ماری۔
 ”کیا یاد آگیا۔۔۔۔۔“ شیلا نے جھنجھلا کر پوچھا۔

”مجھے یاد آگیا ہے کہ میں نے ابھی تک منہ نہیں دھویا۔ میں رات کو منہ دھوئے بغیر باہر نہیں نکلتا۔“ عمران نے دروازہ کھول کر باہر نکلے ہوئے کہا اور شیلا اس طرح آسانی سے جان چھوڑا جاسے پر دل سی دل میں خوش ہو گئی۔

”اچھا ڈیر۔۔۔۔۔ پھر سمندر کے کنارے ملاقات ہوگی۔۔۔۔۔“
 اوسکے۔۔۔۔۔ بانی بانی۔ عمران نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اپنی کار کی طرف مڑ گیا۔

شیلا نے اپنی کار آگے بڑھا دی۔ عمران کو کار کی طرف آتے دیکھ کر جو زون ڈرائیونگ سیٹ سے ہٹ گیا۔ عمران نے دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر ہٹ گیا۔

”باس۔۔۔۔۔ آپ اس چرٹیل کو کیوں اتنی لفٹ دے رہے ہیں۔“ جو زون نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”اسے تمہیں چرٹیل لگ رہی ہے۔ اتنی خوبصورت اور سمارٹ اور ذہین لڑکی ہے۔ کیا خیال ہے جو زون اس سے شادی نہ کر لوں۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جو زون سے مخاطب ہو کر کہا۔

”خداوند جو شوا آپ پر رحم کریں۔ آپ کے ستارے ضرور گردش میں آسکتے ہیں۔“ جو زون نے خوف زدہ لہجے میں آنکھیں پھاٹتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔ حرکت میں اگر گردش تو کریں گے ریت سے ستارے جام ہوئے پڑسے ہیں۔ حرکت میں برکت ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر ڈیش بورڈ کا ایک بٹن دبا کر کار آگے بڑھا دی۔

تھوڑی دور آگے جاتے کے بعد اس نے کار بائیں طرف موڑی اور پھر اس نے بیک مرر پر نظر ڈالی تو اسے دور شیلا کی کار اپنے پیچھے آتی نظر آئی۔ اس کے چہرے پر پڑا سرسری مسکراہٹ رنگ گئی۔ اسی لمحے اچانک ڈیش بورڈ سے ایک آواز گونجی۔

”ہیلو۔۔۔۔۔ ہیلو۔۔۔۔۔ شیلا کا ٹنگ وائٹ فاکس۔۔۔۔۔ اور۔“

یہ آواز شیلہ کی تھی۔

اور آواز سنتے ہی عمران نے مسکرا کر جوزف کی طرف دیکھا اور اب جوزف کی سمجھ میں تمام بات آگئی۔ چنانچہ جوزف نے وائٹ نکال دیئے۔ عمران کا شیلہ کو لفٹ دینے کا مقصد اب اسے بخوبی سمجھ آگیا تھا۔

”لیں۔۔۔ وائٹ فاکس سپیکنگ۔۔۔ اور“ دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

”باس۔۔۔ میں پرسنس کے تعاقب میں ہوں۔۔۔ درمیان میں پرسنس ایک کیفے میں بیٹھ گیا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ وہیں بھٹی۔ ویسے ایک بات ہے باس۔۔۔ یہ پرسنس تو انتہائی بھولا بھالا اور احمق انسان ہے۔۔۔ یہ ہمارے لئے خطرناک کیسے ہو سکتا ہے اور“ شیلہ کی آواز سنائی دی۔

”ہو نہر۔۔۔ تو تم بھی اس کی معصومیت کا شکار ہو گئیں۔ شیلہ یہ بات یاد رکھو کہ یہ پرسنس بظاہر مبتلا احمق اور بھولا بھالا معلوم ہوتا ہے، دراصل اتنا ہی خطرناک اور حیار ہے۔ اس ملک میں بڑے بڑے جفاوری مجرم آئے اور اس کے ہاتھوں اپنی گردنیں تڑوا بیٹھے۔ اس لئے اس ملک میں آتے ساتھ ہی میں نے سب سے پہلے اس کا بندوبست کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ اس کے بعد اصل مشن پر کام کروں گا۔ اور“ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”ہو نہر۔۔۔ یہ بات ہے تو پھر کیوں نہ باس اسے گولی مار دی جائے۔ خواہ مخواہ اتنا بکھیرا پالنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور“

شیلہ کی سنجیدگی سے بھرپور آواز سنائی دی۔

”اوہو۔۔۔ ایسی حرکت نہ کرنا ورنہ یہ چوکتا ہو جائے گا اور پھر ہمیں یقیناً مشن میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔۔۔ میں بے خبری میں اسے مارنا چاہتا ہوں۔ اور“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”ایزولائیٹک باکس۔۔۔ اور“ شیلہ نے سپاٹ لیجے میں جواب دیا۔

”اوکے۔۔۔ ویسے اب تم ہیڈ کوادرٹر آ جاؤ۔۔۔ اگر اس نے تمہیں دیکھ لیا تو وہ چوکتا ہو جائے گا۔۔۔ میں اس کا کوئی اور بندوبست کرتا ہوں۔ اور اینڈ آل“ وائٹ فاکس نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کار کی سپیڈ اور بڑھا دی یہ سڑک کافی دور تک سیدھی چلی گئی تھی۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ شیلہ بغیر اس کے پیچھے آئے گی۔

چنانچہ اس نے کار کی سپیڈ بڑھا دی اور پھر سڑک کے موڑ کے قریب پہنچتے ہی اس نے پوری قوت سے کار کو دائیں طرف گھمایا۔ اور ایک گلی میں لیتا چلا گیا۔ جلد ہی دو چار گلیوں سے کار نکال کر وہ ایک اور سڑک پر آ گیا۔

اب وہ اپنا تعاقب کرنے والوں کو جھٹک چکا تھا۔ چنانچہ اس نے کار بڑے اطمینان سے اپنے فلیٹ کی طرف موڑ دی۔

کار گیراج میں کھڑی کر کے وہ جوزف کو لئے سیڑھیاں چڑھتا

چلا گیا۔ پہلی ہی بیل پر سلیمان نے دروازہ کھول دیا اور پھر جوزف کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر تیوریاں چڑھ گئیں۔

عمران سیدھا ٹیلیفون کی طرف پکا۔ اور پھر اس نے سر سلطان کے غبرؤ اٹل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

”سلطان پیکنگ“ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

”میں عمران بول رہا ہوں جناب۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”کمال ہے۔“ عمران اور اتنی سنجیدگی سے بات کرے۔ خیریت ہے۔“ دوسری طرف سے سر سلطان نے تعجب آمیز سنبلیچے میں جواب دیا۔

”ہاں۔“ ایک ضروری کام ہے۔ چیلے تو یہ نوٹ کر لیجئے کہ اجماع کلب کی صدارت کے لئے جرمنی سے ایک شخص پرس و نچل آیا ہے۔ اس کا کیا حدود و اربعہ ہے۔ تمام تفصیلات مجھے کل چاہئیں اور دوسری بات یہ ہے کہ آج کل جاری حکومت کسی دوسرے ملک سے کوئی خفیہ سمجھوتہ تو نہیں کر رہی؟“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں تو۔“ ایسی تو کوئی بات نہیں۔“ سر سلطان نے جواب دیا۔

”کیا آپ کو مکمل یقین ہے؟“ عمران نے زور سے کر پوچھا۔

”ہاں بیٹے۔“ میں وزارت خارجہ کا سیکرٹری ہوں۔“ میرے نوٹس میں آئے بغیر معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے؟“ سر سلطان نے

پُر اعتماد لیجے میں جواب دیا۔

”اؤکے۔“ پھر آپ پرس و نچل کے متعلق تمام کوائف مکمل کر کے مجھے کل تک لے دیں۔“ یہ بے حد ضروری ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”کیا کوئی چکر چل گیا ہے۔“ مجھے تو بتاؤ۔“ سر سلطان نے سوال کیا۔

”نہیں جناب۔“ اور تو کوئی پکڑ نہیں ہے۔ دراصل اجماع کلب نے اجماع اعظم کے الیکشن کروانے ہیں۔ جس میں میرے مقابلے میں وہ پرس و نچل بھی ہے اور آپ جانتے ہیں میرے مقابلے میں وہ کیسے اجماع اعظم بن سکتا ہے۔ میں اسے کلب کے عمران کے سامنے عقلمند اعظم ثابت کر دوں گا اور اس طرح وہ الیکشن ہار جائے گا۔ بس اتنی سی بات ہے۔“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

”تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔“ اچھا۔ میں کل تمام کوائف بتا دوں گا۔“ سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ریسیور رکھ دیا۔

”چلو جوزف۔“ اب ذرا سمندر کے کنارے پکنک منائیں۔“ عمران نے دروازہ میں انٹن شن کھڑے جوزف سے کہا اور جوزف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

دوسرے لمحے اس نے ان دونوں کو بری طرح ٹھٹھکے ہوئے دیکھا۔ وہ بڑی تیزی سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے اور پھر انہوں نے اندازاً ایک طرف فائر بھی کر دیتے۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ کسی مارتے بلیک زیر و اعلا کر تیزی سے ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے ایک چھوٹی سی صندوق نما مشین اٹھا کر میز پر رکھی اور پھر اس کی نال کا سرا اس نے میز پر لگے ہوئے ایک پلگ میں فٹ کر دیا۔ مشین کے اوپر ایک چھوٹا سا ڈائل لگا ہوا تھا۔

بلیک زیر و اعلا اس کی سوئیاں ادھر ادھر گھما کر سیٹ کیوں۔ پھر مشین کے اوپر لگے ہوئے سرخ رنگ کے بٹن پر انگلی رکھ کر سکرین کو دیکھنے لگا۔ وہ دونوں اب برآمدے کے ستونوں کی آڑ میں چھپ کر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔

بلیک زیر و اعلا ڈائل کی ایک سوئی کو دو ہند سے ابگے کیا اور پھر بٹن دبا دیا۔ بٹن دبنے کے چند ہی منٹ بعد اس نے ان دونوں کو لڑکھڑاتے دیکھا اور چند لمحوں بعد وہ دونوں وہیں فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ ریوالور ان کے ہاتھوں سے نکل کر دور جا گئے تھے۔

بلیک زیر و اعلا نے پلگ سے نال کا سرا باہر نکالا اور پھر مشین دوبارہ الماری میں رکھ دی۔ میز کی دراز کھول کر اس نے اپنا مخصوص نقاب نکال کر منہ پر چڑھایا اور پھر آپریشن روم سے باہر نکل آیا۔

چند لمحوں بعد وہ ان دونوں کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے باری باری دونوں کو کندھے پر لا کر مخصوص کمرے میں پہنچایا اور پھر ان کی تلاشی لینے لگا۔ مگر سوائے ان ریوالوروں کے جو باہر پڑے تھے ان

کے پاس سے اور کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ چنانچہ ملحقین ہو کر اس نے مخصوص کمرے کا دروازہ بند کیا۔ اور ریوالور اٹھا کر دوبارہ آپریشن روم میں آگیا۔ ریوالوروں کے چیمبر کھول کر اس نے چیک کیا دونوں ریوالور گولیوں سے پڑے تھے۔ ریوالور اس نے ایک الماری کے خانے میں ڈال دیے۔ اور پھر خود آپریشن روم سے نکل کر مخصوص کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ مخصوص کمرے کا دروازہ کھول کر وہ جب اندر داخل ہوا تو وہ دونوں بے ہوش پڑے تھے۔ بلیک زیر و اعلا کو معلوم تھا کہ کاسٹک رینز کا شکار ہونے والا اس وقت تک ہوش میں نہیں آسکتا جب تک اسے انٹی ڈوٹ نہ دیا جائے۔

چنانچہ وہ الماری کی طرف بڑھا۔ بٹن دبا کر اس نے الماری کے پٹ کھولے اور پھر اس میں سے ایک بوتل اور سرخجنگالی بوتل میں موجود زرد رنگ کے سیال کو بوتل میں بھر کر وہ ایک آدمی کی طرف بڑھا اور پھر اس نے وہ سیال اس کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔ اور سرخجنگ دو بارہ الماری میں رکھ کر بٹن دبایا۔ خفیہ الماری کی جگہ اب سپاٹ دیوار ابھر آئی تھی۔

بلیک زیر و اعلا کے کونے میں رکھی ہوئی کرسی پر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ وہ اس آدمی کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔

پہلے چند لمحے تو وہ خالی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں شعور کی چمک ابھر آئی تھی۔ اور پھر جب اس نے سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے نقاب پوشش

بلیک زید کو دیکھا تو اس نے بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھا۔

”کون ہو تم۔۔۔ اور میں یہاں کیسے آیا ہوں؟“ اس نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد جارحانہ تھا۔ مگر بلیک زید وہی طرح اطمینان سے کرسی پر بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔

”نوجوان۔۔۔ تم اس وقت میری قید میں ہو۔۔۔ گو تم سے شرافت کی امید تو نہیں مگر پھر بھی میں تم سے یہی کہوں گا کہ تم شرافت سے میرے سوالوں کے صحیح جواب دو۔ بلیک زید نے انتہائی

مرد لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

نوجوان چند لمحے بڑے گہرے انداز میں بلیک زید کو دیکھتا رہا پھر اس کے چہرے پر بڑی پڑا سراسر سی مسکراہٹ رنگ گئی۔

”اگر میں تمہارے سوالوں کا جواب نہ دوں تو۔۔۔“ نوجوان نے گھبرائے میں کہا۔

”مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی۔۔۔ بہر حال اتمام حجت کرنا میرا فرض تھا۔ جہاں تک سوالوں کے جواب کا تعلق ہے وہ تو تم نے دینے ہی دینے میں۔“ بلیک زید نے اسی طرح سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

اس سے پہلے کہ بلیک زید کی بات ختم ہوتی۔ نوجوان نے اچانک بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر بلیک زید پر چھلانگ لگا دی۔

مگر بلیک زید وہی صورت حال کے لئے پہلے سے تیار تھا۔ اس نے پیٹھے پیٹھے مرف اپنی ٹانگ آگے کر دی اور نوجوان اس طرح اچھل کر کمرے کی پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا۔ جیسے گیند دیوار سے ٹکرا کر واپس

جاتا ہے۔ اور اسی لمحے بلیک زید واٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

نوجوان دیوار سے ٹکرا کر دوبارہ اٹھا اور اس نے ایک بار پھر بلیک زید پر چھلانگ لگا دی۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو۔

مگر ابھی وہ آدھے ہی راستے میں ہو گا کہ بلیک زید دس بڑی پھرتی سے کرسی کے پاسے پرائیڈ کی ٹھوکر ماری اور کمرے کے درمیان میں دس سیٹے کی دیوار گرتی چلی گئی۔

وہ نوجوان اس دیوار سے ٹکرایا اور دوسرا لمحہ بلیک زید کے دماغ ہی ہم بن کر بیٹھا۔ کیونکہ جیسے ہی نوجوان دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا، کمان پھاڑ دھماکا ہوا اور بلیک زید کو یوں محسوس ہوا جیسے کمرے کے دروں میں تبدیل ہو کر اس کے اوپر آ رہا ہو۔ بلیک زید بھی اس تک ہولناک دھماکا سے منہ کے بل فرش پر گر گیا اور دوسرے لمحے پر سیٹے کی کڑیوں اور بلیک کی جیسے بارش ہو گئی اور بلیک زید کے غم میں جیسے اندھیرے پھیلتے چلے گئے۔

اس کمرے کا منظر نظر آنے لگا۔ جس میں وہ دونوں حملہ آور بے ہوش پڑے تھے۔ پرنس وینچل خاموش بیٹھا انہیں دیکھتا رہا۔

تقریباً دس منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور وہی نقاب پوش کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور پھر ایک دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا جیسے ہی اس نے دیوار پر ہاتھ پھیرا اسپاٹ دیوار میں ایک الماری نمودار ہو گئی۔

نقاب پوش نے الماری کے پٹ کھولے اور پھر اس میں سے ایک بوتل اور سرنج نکالی۔ بوتل میں زرد رنگ کا سیال موجود تھا۔ نقاب پوش نے سرنج اس سیال سے بھری اور پھر وہ سیال بیہوش پڑے ایک آدمی کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ سرنج اس نے دوبارہ الماری میں رکھی اور الماری دیوار میں غائب ہو گئی۔

اب نقاب پوش کمرے کے کونے میں رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد انجکشن شدہ آدمی ہوش میں آ گیا۔ اور پھر جیسے ہی وہ نقاب پوش بولا۔ پرنس وینچل بری طرح چونک پڑا۔

اس نے جب سے نقاب پوش کو دیکھا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک خیال شک پڑ رہا تھا۔ مگر اب جیسے ہی نقاب پوش نے بات کی تھی اس کا شک یقین کی صورت اختیار کر گیا۔ اس نے بڑی چھڑی سے میز کی دراز کھولی اور ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈ نکال کر میز پر رکھا اور اس کا بٹن دبایا۔ ٹیپ سے ایک باوقار اور مخصوص سی آواز ابھری۔

”ایکسٹوپیڈنگ“ — بار بار یہی فقرہ ٹیپ پر چلتا رہا اور پرنس وینچل نقاب پوش کی گفتگو اور ٹیپ کی آواز کا موازنہ کرتا رہا اور چند

نقاب پوش کو برآمدے سے نکل کر ان کی طرف بڑھتے دیکھا۔ پھر نقاب پوش نے جھک کر باری باری ان دونوں کو کندھے لادا اور ایک کمرے میں ڈال کر دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اس کے اس نے دونوں کے ریلو اور اٹھائے اور دوبارہ جدھر سے آیا تھا، جانے لگا۔

پرنس وینچل نے مشین پر لگا ہوا ایک ہینڈل گھمایا اور اب نقاب پوش کے ساتھ ساتھ بدلتا جا رہا تھا۔ نقاب پوش نے برآمدے کے آخری کونے میں رُک کر دیوار پر ہاتھ پھیرا اور وہاں نو ایک دروازہ پیدا ہو گیا۔ اور نقاب پوش سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ پھر اس نے سیڑھیوں کے اختتام پر ایک اور دروازہ کھولا اور وہ ایک کافی بڑے کمرے میں تھا۔ جس کے درمیان میں ایک بڑی سی موجود تھی اور دیوار پر ایک کافی بڑی سکرین فٹ تھی۔

نقاب پوش نے میز کے قریب پہنچ کر دونوں ریلووروں کے پیچہ کھول کر دیکھے اور پھر انہیں بند کر کے اس نے ایک الماری میں ڈالا الماری بند کر دی۔ جیسے ہی الماری بند ہوئی اس کے ساتھ ہی مشین لگی ہوئی سکرین بھی بند ہو گئی۔

پرنس وینچل نے تیزی سے مشین پر لگے ہوئے تین مختلف بٹن اور سکرین ایک بار پھر روشن ہو گئی۔

نقاب پوش کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ جیسے ہی وہ کمرے سے باہر نکلا سکرین دوبارہ تاریک ہو گئی۔ پرنس وینچل نے ایک بار پھر غصہ دہائے اور پھر جیسے ہی اس نے ایک ہینڈل دبایا سکرین پر ایک با

لمحوں بعد اسے یقین ہو گیا کہ یہی نقاب پوش سیکرٹ سروس کا ایکسٹ ہے جس کی پوری دنیا میں دھوم مچی ہوئی ہے۔

پرنس وینچل کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ ایک بہت بڑی کامیابی کے قریب پہنچ چکا تھا۔

اس نے ٹیپ کاٹن آف کیا اور سکرین کو پوری توجہ سے دیکھنے لگا۔ اسی لمحے نوجوان نے ایکسٹو پر چھلانگ لگا دی۔ مگر ایکسٹو نے لڑا آگے بڑھا دی۔ اور نوجوان اچھل کر پھلی دیوار سے جا ٹکرایا۔

”اب تم چھٹی کرو ایکسٹو — تمہاری موت پرنس وینچل کے ہاتھوں ہی لکھی ہوئی تھی۔“

”پرنس وینچل زہریلے لہجے میں بڑبڑایا اور اس نے مشین پر لگے ہوئے دو بیٹوں پر انگلی رکھ دی۔“

نوجوان نے کھڑے ہو کر دوبارہ ایکسٹو پر چھلانگ لگانے کی تیاری کی اور چپرس جیسے ہی وہ ہوا میں بلند ہوا۔ پرنس وینچل نے دونوں بیڑ پوری قوت سے دبائے اور دوسرے لمحے ایک خوفناک دھماکے کی آواز بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی سکرین تاریک ہو گئی۔

”وہ مارا — پرنس وینچل عظیم ہے —“ پرنس وینچل خوشی سے اچھل کھڑا ہوا اور اس نے بلن دبا کر مشین آف کر دی۔ اسے ایکسٹو کے ختم ہونے کا مکمل یقین تھا۔ کیونکہ ان دونوں آدمیوں کے جہموں پر دو طاقت ور ویشن وائرلیس بم آپریشن کر کے پہلے سے ڈال دیئے گئے تھے۔ ان ویشن بموں کی وجہ سے مشین پر تمام منظر نظر رہے تھے۔ اسے یقین تھا کہ جیسے ہی نمبر ایون چھلانگ لگا کر ایکسٹو

قریب پہنچا ہو گا۔ بم پھٹ گیا ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی نمبر سکرین کے جہم میں موجود بم بھی پھٹ گیا ہو گا۔ چنانچہ ان دونوں کے ساتھ ساتھ کمرے اور ایکسٹو کے جہم کے پرچھے بھی مار گئے ہوں گے۔

اس نے مختلف بین دبا کر اور مینڈل کو داییں طرف گھمایا تو سکرین روشن ہو گئی۔ اب سکرین پر آپریشن روم کا منظر نظر آ رہا تھا۔ آپریشن روم قطعی خالی تھا۔ یہ منظر لیو الوروں کے دستوں میں لگے ہوئے ریگ ویشن آئی کی وجہ سے نظر آ رہا تھا۔

خالی کمرہ دیکھ کر اسے ایکسٹو کی موت کا مزید یقین ہو گیا۔ اس نے ایک لمبیل سائنس لیتے ہوئے مشین آف کر دی اور پھر کپکپ پر جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ تاکہ عمران عرف پرنس آف ڈھپ کو ختم کر کے اپنے راستے کی تمام رکاوٹیں ختم کر لے اور پھر اطمینان سے اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف ہو جائے۔

عمران کی شان ہی نرالی تھی۔ شارک اسکن کی شیرانی اور نیچے
چوڑی دار پا جامہ، پیروں میں سلیم شاہی جوتے، سر پر سرخ ریشمی کپڑے
کی بڑی خوبصورت پگڑی اور پگڑی کے اوپر ایک بڑی سی کلنی تھی۔
جس میں ایک انتہائی قیمتی مہرا جگمگا رہا تھا۔ گھٹے میں قیمتی پتھروں کا ہار
موجود تھا۔

اور جو زف حسب روایت باڈمی کارڈ کے دونوں ریلو اور پہلو ہلکا
سے لٹکائے ہوئے بڑے موڈ بانڈ انداز میں عمران کے پیچھے پیچھے
چل رہا تھا۔

جیسے ہی وہ کار سے اتر کر پنڈال میں داخل ہوئے۔ وہاں موجود
تمام لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ عمران اس وقت اتنا وجہ معلوم
ہو رہا تھا کہ وہاں موجود عورتیں تو دل تھام کر رہ گئیں اور مرد رشک کی
آگ میں جل مرے۔ عمران بڑے باوقار انداز میں چلتا ہوا درمیان
میں آگیا۔

اسی لمحے شبیلا دور سے بھاگتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ اس
وقت وہ صرف باڈی اور انڈر ویئر میں ملبوس تھی۔ اور اس کا
خوبصورت جسم جلو سے بکھر رہا تھا۔

عمران کے قریب آکر وہ رک گئی تھی اور انتہائی متاثر کن نظروں
سے عمران کو دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں ایسے جذبات نظر آ رہے
تھے جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ عمران کی وجاہت پر مر مٹ رہی ہے۔
”ہیلو پرنس“۔ شبیلا نے بڑے میٹھے لہجے میں عمران سے
مخاطب ہو کر کہا۔

بیچ بکڑی پر اس وقت میلے کا سماں تھا۔ اچھٹان کلب کے
تقریباً دو سو کے قریب عمران عجیب و غریب لباسوں میں وہاں موجود
تھے اور وہ سب مصنوعی تہذیب اور رسمی آداب سے مبرا ہو کر ایک
دوسرے کے ساتھ اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔ ان کی حرکات دیکھ کر یوں
محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سب پاگل ہوں۔

حالانکہ صحیح معنوں میں ان میں ایک بھی پاگل نہیں تھا۔ اچھٹان
کلب کے ممبران میں ذی حیثیت نوجوان، تاجر، بڑے بڑے سرکاری
آفیسران اور جاگیردار شامل تھے۔ وہ سب اس کلب کے ممبر اس لئے بنے
تھے تاکہ اس کے فنکشنز میں وہ تہذیب اور رسمیات کی پابندیوں سے
بچ سکیں اور اپنا وقت خالص تفریح میں گزار سکیں اور اس طرح ذہنی
سکون کے علاوہ دل کی تسکین بھی حاصل کر سکیں۔ اتنے میں ایک
گٹھری پارکنگ شیف میں آکر رکی۔ اور عمران اور جو زف نیچے اترے۔

نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں کہا۔
 ”تم موت سے نہیں بھاگ سکتے۔“ عمرانؑ پر نسل و نچل نے پہلے
 سے بھی کڑخت لہجے میں جواب دیا۔ اس کے چہرے پر چڑھا ہوا حماقت کا
 خول اتر چکا تھا اور اب اس کا چہرہ کسی ایسے درد سے کاچہرہ معلوم
 ہو رہا تھا جو اپنے شکار پر جھپٹنے والا ہو۔

اتھقان کلب کے دیگر تمام ممبران اب ان کے گرد گھیرا بنا کر
 کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کی نظروں سے دلچسپی کے آثار نمایاں تھے جیسے
 وہ بیل فائٹنگ کا مقابلہ دیکھنے آئے ہوں۔

”موت مونٹ ہے پر نسل و نچل۔“ اور میں مونٹ سے دور
 بھلگنے میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہوں۔ یقین نہ ہو تو آزما
 دیکھو۔“ عمرانؑ نے پہلے کی طرح لا پرواہی سے جواب دیا۔

”باس۔۔۔۔۔ یہ مینڈک خواہ مخواہ ٹرا رہا ہے۔“ آپ حکم کریں
 تو میں اس کی چہرہ نکال لوں۔“ جوزفؑ نے عمرانؑ سے مخاطب ہو
 کر کہا۔

”کیوں۔۔۔ کیا تمہیں لقوہ ہو گیا ہے۔“ عمرانؑ نے جوزفؑ سے
 کہا اور جوزفؑ نے جواب میں دانت نکال دیئے۔

ان دونوں کے رویے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی
 تھیسٹر کی سیٹج پر کھڑے ورائٹی شو پیش کر رہے ہوں۔

مگر دوسری طرف کھڑے ہوئے پر نسل و نچل کے چہرے سے یوں
 دکھائی دیتا تھا جیسے وہ ان دونوں کو ختم کرنے کا تہیہ کر چکا ہو۔

اور پھر اپنا ک اس نے اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا اور دوسرے لمحے

اور گرد کھڑے مجمع میں سے دس آدمی یوں تیزی سے آگے بڑھے،
 جیسے وہ اس کے اشارے کے منتظر تھے۔ ان کے ہاتھ جیبوں میں
 تھے۔ وہ جوزفؑ اور عمرانؑ کے گرد گھیرا ڈالے قدم بہ قدم آگے
 بڑھ رہے تھے۔

”اب اگر موت سے بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ۔“ پر نسل
 و نچل نے طنزیہ انداز میں عمرانؑ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”مگر یہ سب تو مذکور ہیں پر نسل۔“ مونٹ کو بھیجو تو بھاگوں
 بھی سہی۔“ عمرانؑ نے جواب دیا اور پھر تن کر کھڑا ہو گیا۔

”جوزفؑ بھی چوکتا کھڑا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ ہولسٹروں پر
 جمے ہوئے تھے۔“

وہ دس آدمی عمرانؑ اور جوزفؑ سے چند قدم دور آکر رک
 گئے اور دوسرے لمحے ان کے ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے باہر آئے۔ ان
 سب کے ہاتھوں میں ریوا لور چمک رہے تھے۔

”ہوشیار جوزفؑ۔“ عمرانؑ نے جوزفؑ سے مخاطب ہو کر کہا

اور دوسرے لمحے اس نے وہیں کھڑے کھڑے ایک زوردار جھپ

لگایا اور پھر کسی پرندے کی طرح اڑتا ہوا ان کے سروں پر سے گزرتا

چلا گیا۔ ان سب کی توجہ ایک لمحے کے لئے اس کی طرف ہوئی اور وہی

لمحوں پر بھاری پڑا۔

جوزفؑ نے ہلک چھپکتے میں دونوں ریوا لور باہر نکالے اور دوسرے

لمحے اس نے لٹو کی طرح گھوم کر فائرنگ کھول دی اور نتیجہ میں چار آدمی

پینچیں مارے ہوئے الٹ گئے۔

باقی چھرنے جو زونٹ پر فائرنگ کرنی چاہی۔ مگر اسی لمحے پیچھے سے ان پر گولیوں کی بارش پڑی اور وہ سب بھی ایک لمحے میں زمین پر آگرے۔ یہ سیکرٹ سروس کے نمبروں کے ریوالوروں سے نکلی ہوئی گولیاں تھیں جو عمران کی ہدایت کے مطابق پہلے سے وہاں موجود تھے۔

عمران گھیرے سے جیسے ہی باہر آیا اس نے دوسرا جپ لگایا اور پھر وہ پرنس ونچل پر جا پڑا۔ پرنس ونچل جو بڑے اطمینان سے کھڑا یہ تماثہ دیکھ رہا تھا اس اچانک اور غیر متوقع صورت حال پر بوکھلا گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ عمران اس پر سوار ہو گیا۔

عمران نے پوری قوت سے پرنس ونچل کی کنپٹی پر مخصوص انداز میں مکہ مارا اور پرنس ونچل پہلے ہی وار میں ڈھیر ہو گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ عمران نے پچھلے سے اٹھ کر پرنس ونچل کو کاندھے پر ڈالا اور پھر تیزی سے پارکنگ شیڈ کی طرف بھاگنے لگا۔ جوزف بھی اس کے پیچھے تھا۔

سیکرٹ سروس کے نمبر ایک بار پھر جوم میں گم ہو چکے تھے۔
”پرنس۔۔۔ پرنس۔۔۔ اسے مت لے جاؤ۔۔۔ پرنس میری بات مان لو۔۔۔“ اچانک شیلا چہیتی ہوئی عمران کے پیچھے بھاگنے لگی مگر جوزف نے بھاگتے ہوئے اسے زور سے دھکا دیا اور وہ لڑکھڑاکر گر پڑی۔

اتنے میں عمران کار کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے پرنس ونچل کو کار کی پچھلی سیٹ پر پھینکا اور خود سٹیئرنگ پر بیٹھ گیا۔ جوزف بھی بھاگتا ہوا اس کی دوسری سائیڈ پر آگیا اور عمران کی کار شارٹ

ہو کر ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔
”پیچھا کرو۔۔۔ اور پرنس کو ہر قیمت پر حاصل کرو۔“
شیلا نے اٹھ کر چیختے ہوئے کہا اور پھر وہ خود بھی پارکنگ شیڈ کی طرف بھاگنے لگی۔

اور پھر علیحدگی پارکنگ شیڈ سے دو کاریں عمران کی کار کے پیچھے دوڑنے لگیں۔ ایک میں شیلا تھی اور دوسری میں دو نوجوان تھے۔ ان کی کاریں آندھی اور طوفان کی طرح عمران کا پیچھا کر رہی تھیں جو ایک چھوٹے سے نقطے کی طرح نظر آ رہی تھیں۔

ان کی کاریں آگے بڑھتے ہی پارکنگ شیڈ سے تین کاریں اور نکلیں اور ان دونوں کاروں کے پیچھے دوڑنے لگیں ان میں سیکرٹ سروس کے نمبر ان تھے۔ ظاہر ہے عمران کو تحفظ دینا ان کا فرض تھا۔

گھنٹی کی تیز آواز سے کمرہ گونجنے لگا۔ اور میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے پرنس وینچل نے چونک کر میز پر پڑے ہوئے بڑے سے گھنٹے کا ایک بٹن دبایا۔
 بٹن دباتے ہی گھنٹی کی آواز کی بجائے ایسے آواز آنے لگی جیسے صحرائیں ہوا کے تیز جھکڑ چل رہے ہوں۔ پرنس وینچل نے ہیڈ فونز اٹھا کر سر پر فٹ کر لیا اور خاموشش بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے آثار نمایاں تھے۔
 ہوا کا شور آہستہ آہستہ کم ہوتا چلا گیا اور پھر ایک کرخت سی آواز اس شور پر چھا گئی۔
 ”ہیلو۔۔۔۔۔ ہیلو۔۔۔۔۔ کرنل لاشارے کا لنگ، وائٹ فاکس اور۔۔۔“
 ”ایس۔۔۔۔۔ وائٹ فاکس سپیکنگ۔۔۔۔۔ اور۔۔۔ پرنس

وینچل نے گھمبیر لہجے میں جواب دیا۔
 ”وائٹ فاکس۔۔۔۔۔ مشن کی کیا صورت حال ہے۔۔۔۔۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے کرنل لاشارے کی کرخت آواز گونجی۔
 ”کرنل۔۔۔۔۔ مشن تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ میں نے یہاں کی سیکرٹ روس کو بہت الجھا دیا ہے۔ سیکرٹ روس کا چیف ختم ہو چکا ہے اور وہ احمق عمران میرے چکر میں بڑی نرسرا الجھا ہوا ہے۔۔۔۔۔ اور میں مال پر جھپٹنے کے لئے پوری طرح تیار ہوں۔۔۔۔۔ اور۔۔۔ پرنس وینچل نے جواب دیا۔
 ”ویری گڈ۔۔۔۔۔ ویری گڈ۔۔۔۔۔ کمال کر دیا تم نے۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ عمران کے متعلق کیا بتا رہے تھے۔ مجھے تفصیل بتاؤ۔ کیونکہ وہ بے حد خوفناک و خطرناک شخصیت ہے۔ آج تک ہمارے ملک نے جتنے بھی مشن بھیجے ہیں۔ صرف اس کی وجہ سے سب ناکام رہے ہیں تمہیں یاد ہوگا۔ مشن کی تفصیلات طے کرتے وقت میں نے تمہیں اس کے متعلق خاص طور پر ہدایات دی تھیں۔۔۔۔۔ اور۔۔۔ کرنل لاشارے نے کہا۔
 ”ہاں۔۔۔۔۔ مجھے یاد ہے۔۔۔۔۔ اس لئے میں نے یہاں آکر سب سے پہلے ان دونوں کا انتظام کیا تھا تاکہ عین وقت پر دخل اندازی نہ کریں۔ اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ عمران ایک نقلی پرنس وینچل کے چکر میں پڑا ہوا ہے۔ اصل مشن کی اسے ہوا بھی نہیں لگ سکی اور نہ ہی لگ سکے گی۔ جب تک وہ پرنس وینچل کے چکر سے نکلے گا۔ ہم لوگ کامیاب ہو کر واپس بھی جا چکے ہوں گے۔۔۔۔۔ اور۔۔۔ پرنس وینچل نے

تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”خوب۔۔۔ بہت خوب۔۔۔ یہ تمہارا ہی کام تھا کہ تم ان جو شخصیتوں کو چکروے سکو۔۔۔ بہر حال پھر بھی ہوشیار رہنا کیونکہ عمران کے ذہن میں یقیناً کسی بدروح کا ڈیرہ ہے۔ شروع شروع میں ہر مشن کے دوران یہی محسوس ہوتا ہے کہ عمران سب سے وقوف بن چکا ہے مگر عین موقع پر صورتحال اس طرح پلٹتی ہے کہ معلوم ہوتا تھا کہ عمران کو بجائے اب تک ہم خود ہی بیوقوف بنے رہے ہیں۔۔۔ اور۔۔۔ کرنل لاشائے ابھی تک مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔

”کرنل۔۔۔ آپ کو جاننا چاہیے کہ آپ نے مشن کے لئے واسٹ فاکس کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اس لئے اس قسم کی ہچکچاہٹیں مت کیا کریں۔۔۔ واسٹ فاکس آج تک اپنے کسی مشن میں ناکام نہیں ہوا۔ عمران جیسے کئی اہم ہر وقت اس کی جیب میں پڑے رہتے ہیں۔ آپ ان باتوں کو چھوڑیں اور اصل بات کریں۔۔۔ اور۔۔۔ پرنس وینچل نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا۔ وہ شاید کرنل لاشائے کی باتوں سے چڑ گیا تھا۔

”او کے۔۔۔ بہر حال میرا فرض تھا کہ میں نہیں خطرے سے آگاہ کروں۔۔۔ اب آگے تمہارا کام ہے۔ تم خود بہتر سمجھ سکتے ہیں ہاں۔۔۔ کال کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آج سے تیسرے دن مال سپلائی ہونا ہے اور اس کے لئے دارالحکومت سے بیس میل دور فوجی ہوائی اڈے کا انتخاب کیا گیا ہے۔ سپلائی رات کو بارہ بجے ہوگی۔۔۔ اور۔۔۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں انتظامات کر لوں گا۔ آپ سبے فکر رہیں۔ اور۔۔۔ پرنس وینچل نے جواب دیا۔

”ہمیں مال کس وقت ملے گا۔ ہمیں پروگرام بتاؤ تاکہ ہم تیاری کر لیں۔ اور۔۔۔ کرنل لاشائے نے پوچھا۔

”آپ کو فائل پروگرام میں آج سے تیسرے دن دوں گا میں مال کی کھلی کی نوعیت دیکھ کر اس کی راپسی کا پروگرام بناؤں گا۔۔۔ اور۔۔۔ پرنس وینچل نے جواب دیا۔

”کیا مطلب۔۔۔؟ میں سمجھا نہیں۔۔۔ اور۔۔۔ کرنل لاشائے نے چونک کر کہا۔

”مطلب صاف ہے کرنل لاشائے۔ آپ نے سودا کرتے وقت بھروسہ مال کی نوعیت چھپائی تھی۔ اس لئے میں مال وصول کرنے کے بعد سے چیک کروں گا کہ وہ کیا چیز ہے۔۔۔ اس کے بعد بات کر دوں گا۔۔۔ اور۔۔۔ پرنس وینچل نے زہریلے انداز میں جواب دیا۔

”تم معاہدے سے روگردانی کر رہے ہو واسٹ فاکس۔۔۔ تمہیں اس کام کا معقول معاوضہ مل چکا ہے۔ اب مال جو کچھ بھی ہو، تمہارا اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔۔۔ اور۔۔۔ کرنل لاشائے نے ہلکی سیخنت لہجے میں جواب دیا۔

”آپ تو گھبرا گئے کرنل۔۔۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ میرا مال کی ولی کی نوعیت سے صرف اتنا مطلب تھا کہ میں دیکھوں گا کہ اس کو لسنے کا کیا پروگرام بناتا ہوں۔ اس پروگرام کے لحاظ سے میں آپ کے ساتھ پروگرام سیٹ کروں گا۔۔۔ اور۔۔۔ پرنس وینچل

نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”او کے — ہم پروگرام کا انتظار کریں گے۔ اور“
دوسری طرف سے کرنل لاشار سے نے مختصر سا جواب دیا
”اور اینڈ آف“ پرس و نچل نے جواب دیا اور پھر ٹرانسمیٹ
بن آف کر دیا۔

بات ختم کرنے کے بعد پرس و نچل اٹھا اور دروازے کی طرف
دروازہ کھول کر وہ ایک راہداری میں آیا۔ اور پھر راہداری کے
آخر میں وہ ایک دروازے کے سامنے جا کر ٹک گیا۔ اس نے دروازے
کے درمیان میں اپنی شہادت کی انگلی گھمائی۔

انگلی گھومتے ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا اور پرس و نچل اندر
ہو گیا۔ دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا۔

ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے درمیان میں رکھی ہوئی میز
اور ایک کافی بڑی مشین پڑی تھی۔ پرس و نچل میز کے سامنے جا
بیٹھ گیا۔ اس نے میز کی دروازہ کھولی۔ اس سے پوٹیل ٹیل پر نٹر نکلا
میز کے ایک کونے میں رکھ دیا اور پھر ٹیلی پر نٹر کی تاریں اس نے قر
دیوار میں موجود بجلی کے سوچے میں فٹ کر دیں اور خود کرسی کھینچ کر
کے سامنے بیٹھ گیا۔ ٹیلی پر نٹر پر رول موجود تھا۔ اس نے مشین آن کا
پیغام ٹائپ کرنا شروع کر دیا۔

”رپورٹ — فل رپورٹ — سچویشن کلیر آرٹار
ڈیلیو۔ ایٹ“

پیغام ٹائپ کر کے اس نے مشین کا وہ بن آف کر دیا اور

دوسرا بن دیا۔ اس بن کے دبستے ہی کاغذ خود بخود پلٹ گیا اور پھر
اسس پر ایک پیغام ٹیلی پر نٹ ہونے لگا۔

”آل رائٹ — سب لوگ آگے ہوتے ہیں سبے فکر رہیں
اور اس کے بعد مشین خود بخود بند ہو گئی۔

پرس و نچل کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس نے پلگ سے
تاریں کھینچیں اور مشین دوبارہ میز کی دراز میں رکھ دی اور پھر میز پر
موجود مشین کی سکرین کا بن آن کر دیا۔ سکرین پر لکیریں پھلنے لگیں۔

پرس و نچل نے ہیڈل گھا کر فریکوئنسی سیٹ کی۔ اور پھر ایک اور
بن دبا کر پراسٹیا ق نظروں سے سکرین کو دیکھنے لگا۔ مگر بن دبستے
ہی سکرین یکدم تار یک ہو گئی۔ اور پرس و نچل سکرین کو تار یک دیکھ کر
چونک پڑا۔

اس کی آنکھوں میں تعجب کے آثار ابھر آئے۔ اس نے ایک بار
پھر ٹرائی کی مگر جب بھی وہ فریکوئنسی سیٹ کرتا، سکرین تار یک ہو جاتی
اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے سب بن آف کر دیئے۔ اس کے
چہرے پر انجھن کے تاثرات تھے۔

”اسس کا مطلب ہے — ان ریوالروں کو چیک کر لیا گیا
ہے“ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

چند لمحوں کے بعد سوچتا رہا۔ پھر اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا
ڈبر نکالا۔ اسس کے برے سے ایک راڈ کھینچ کر اوپر کی اور پھر اس کا
سائیڈ بن دیا۔

سائیڈ بن دباتے ہی ڈبے میں سے ہلکی ہلکی سیٹی کی آواز گونجنے لگی۔

چند لمحوں بعد سیٹی کی آواز پر ایک مروانہ آواز حاوی ہو گئی۔

”ہیلو — غبرون سپیکنگ — اور —“

”ڈبلیو سپیکنگ — اور —“ پرنس ونچل نے جواب دیا۔

اس کا لہجہ اب بالکل بدلا ہوا تھا۔

”یس باس — اور —“ اس بار غبرون کا لہجہ بے حد مودبا

تھا۔

”غبرون — کیا تم کام کے لئے تیار ہو — اور —“

پرنس ونچل نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

”یس باس — ہم لوگ تو فارغ بیٹھے بیٹھے پور ہو چکے ہ

آپ کے حکم کے منتظر ہیں — حکم فرمائیں — اور —“ غبرون

نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے — اب کام کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کل تک

دار الحکومت سے بیس میل دور فوجی ہوائی اڈے کی تمام سہولیشن

معلوم کر کے مجھے رپورٹ دو — اور دیکھو آج سے تیسرے

دن رات کے بارہ بجے اس ایئر پورٹ پر مال کا تبادلہ ہونا ہے —

ہم نے وہ مال حاصل کرنا ہے۔ اس لئے تم نے یہ بھی چیک کرنا ہے

کہ یہ مال حاصل کرنے والے کون لوگ ہوں گے — یہ سب

تفصیلی رپورٹ حاصل کر کے مجھے کل تک اطلاع دے دو — اور

پرنس ونچل نے غبرون کو تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر باس — میں ابھی اپنے ماتحتوں کو ہدایات دیت

ہوں۔ کل تک میں یقیناً آپ کو تفصیلی رپورٹ دے سکوں گا — اور

غبرون نے جواب دیا۔

”او کے — مگر خیال رہے کوئی گوشہ تمہاری نظر سے اوجھل

نہیں رہنا چاہیے۔ ورنہ ہمارا مشن کام ہو جائے گا — اور —“

پرنس ونچل نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”یہ سنکر رہیں جناب — ہم لوگ اپنے فرائض سمجھتے ہیں

اور پھر ہمارے لئے کوئی نیا کام نہیں ہے — اور —“ غبرون

نے اعتماد سے پُرس لہجے میں جواب دیا۔

”او کے — اور اینڈ آل —“

پرنس ونچل نے کہا اور پھر بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اور راڈ کو

دوبارہ اندر دبا کر اس سے ڈیر جیب میں رکھ لیا اور اٹھ کر کمرے

سے باہر جانے لگا۔

عمران نے کار کی سپیڈ کچھ اور بڑھا دی۔ یہ شہر کی طرف جا نیوالی
ملوٹی ترین سڑک تھی جو بیس میل تک بالکل سیدھی چلی جاتی تھی۔ اس کے
ارد گرد گھنے جنگلات تھے۔ عمران یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح وہ یہ بیس میل
طے کر کے آگے چوک تک پہنچ جائے پھر وہ آسانی سے پیچھے آنے
والی کاروں کو ڈانچ دے سکے گا۔

وہ دراصل ہر قیمت پر پرسنل وینچل کو زندہ والنش منزل تک
پہنچانا چاہتا تھا۔ اس لئے تصادم سے گریز کر رہا تھا۔
مگر پیچھے آنے والی کاریں اندھی اور طوفان کی طرح آگے بڑھتی چلی آ
رہی تھیں۔ ان کی رفتار انتہائی حد تک تیز تھیں اور ایسے محسوس ہوتا تھا
جیسے وہ عمران کی کار کو پھڑکنے کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگا چکے
ہوں۔ اور اگلا چوک ابھی دس میل دور تھا۔

اب عمران کو محسوس ہونے لگا تھا کہ تصادم ناگزیر ہے۔ اس لئے
اس نے سنجیدگی سے ماحول کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اور پھر یہ دیکھ
کر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی جب اس نے دیکھا
کہ ان دو کاروں کے پیچھے بھی تین کاریں تیزی سے بڑھتی چلی آرہی ہیں۔
وہ کاریں دیکھ کر ہی سمجھ گیا کہ یہ سیکرٹ سروس کی کاریں ہیں۔

مجرموں کی کاریں اب کافی سے زیادہ نزدیک آچکی تھیں۔ چنانچہ
عمران فیصلہ کن صورتحال کے لئے تیار ہو گیا۔ اس نے کار کے
ڈیش بورڈ کا بٹن دبایا اور ڈیش بورڈ کی پلیٹ علیحدہ ہو گئی۔ ڈیش بورڈ
کا خانہ سفید رنگ کے چھوٹے بیڑی سیلوں سے بھرا ہوا ہے۔ عمران
نے اس میں سے دو سیل نکالے اور پھر ڈیش بورڈ کے خانے کے نیچے

عمران سے کی کار انتہائی تیز رفتاری سے شہر جا نیوالی سڑک پر
دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ اس کی نظریں بیک مرر پر جمی ہوئی تھیں اور اسے
آگے پیچھے دو کاریں اپنی طرف بڑھتی نظر آرہی تھیں۔ کاریں لمحہ بہ لمحہ
نزدیک آتی جا رہی تھیں۔ شاید انہیں پلانے والے اپنا دماغی توازن
کھو چکے تھے۔

”بائس — ہمارا قناقب کیا جا رہا ہے“ جوزف نے
بھی بیک مرر پر پیچھے آتی ہوئی کاریں دیکھ کر کہا۔

”مجھے معلوم ہے — تم اس مسخرے کا خیال رکھو۔ کہیں یہ
ہوش میں نہ آجائے — باقی میں خود سنبھال لوں گا۔ عمران —
اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

اور جوزف سڑک کھچلی سیٹ پر بیہوش پڑے پرسنل وینچل کی طرف
متوجہ ہو گیا۔

بنے ہوئے ایک سوراخ میں ڈال دیئے۔ اور پھر باس لگے ہوئے ہٹن
پر انگلی رکھ کر بیک مرر میں ڈوبنے لگا۔

پچھلی کاریں اب بہت قریب آچکی تھیں۔ پہلی کار شیلہ چلا رہی تھی
اس کے چہرے پر وحشت کے آثار نمایاں تھے۔ عمران نے ایک لمحہ کیلئے
پیچھے مڑ کر پرنس وینچل کی طرف دیکھا اور پھر ہٹن واپس آیا۔

ہٹن دینے کے چند لمحوں بعد ایک زوردار دھماکا ہوا اور شیلہ کی
کار ایک جھٹکے سے الٹ گئی۔ جیسے ہی شیلہ کی کار الٹی اس کے پیچھے آنیوالی
کار ایک خوفناک دھماکے سے اس کے ساتھ ٹکرائی اور دونوں کاریں
الٹ کر سڑک سے نیچے جا گریں۔

عمران بنے تیزی سے کار کو بیک لگائے اور پھر کار رکتے
ہی وہ نیچے اتر کر الٹی ہوئی کاروں کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ
میں دیوالور چمک رہا تھا اور پھر اس نے دیکھا کہ کار کے الٹے ہوئے
ڈھانچے میں سے شیلہ باہر نکل آئی۔ شیلہ کا تمام جسم خون سے سرخ ہو
رہا تھا۔ وہ چند قدم آگے بڑھی اور پھر لڑکھڑا کر نیچے گر پڑی۔

پیچھے آنے والی کاریں بھی قریب آکر رک گئی تھیں۔ اس سے پہلے
کہ ان میں سے لوگ نکلتے۔ الٹی ہوئی دونوں کاریں ایک خوفناک دھماکے
سے پھٹ گئیں اور ان کے پڑے اڑ کر دور دور تک بکھر گئے۔ عمران
چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اب دونوں کاروں کے بقیہ ڈھانچوں میں سے
آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

عمران نے اپنا ہاتھ پیچھے آنے والی کاروں کی طرف ہلایا اور پھر
تیزی سے اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور سیٹیرنگ

پر بیٹھ گیا۔

”باس — یہ ہوش میں آ رہا تھا۔ میں نے پھر ٹوپی عرصہ
کے لئے اسے ہوش کر دیا ہے۔“ جوزف نے دانت نکالتے ہوئے
کہا۔ اور عمران نے دیکھا کہ پرنس وینچل کے سر پر ایک اور سراپھر
چمکا تھا۔ اس نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”جوزف — میں آج تک تمہیں بہادر سمجھتا آیا تھا۔ مگر اب
معلوم ہوا کہ تم انتہائی بزدل ہو۔“ شاید ایسا بے پناہ شراب پینے کی
وجہ سے ہوا ہے۔ اس لئے آج سے تمہاری شراب بند۔“ عمران نے
سید بخیرگی سے کہا۔

”ارے۔ ارے۔“ — تم کیا کہہ رہے ہو۔ بانی گاڈ
تم نے زندگی میں پہلی بار مجھے بزدلی کا طعنہ دیا ہے اور فادر جو شوا کی قسم
مجھے بزدلی کا طعنہ دینے والا آج تک زندہ نہیں بچا۔ باس — فارگاڈیک
کہہ دو کہ تم مذاق کر رہے ہو ورنہ — ورنہ — جوزف کی
حالت جنونیوں کی سی ہو گئی۔ اس کے چہرے کے عضلات بڑی طرح
پھڑکنے لگے۔ آنکھوں میں وحشت ابھرائی تھی۔

”ورنہ کیا ہو گا —“ عمران نے اسی طرح سنجیدگی سے پوچھا۔
اور کار کی پیڈ کچھ اور بڑھا دی۔

”ورنہ — ورنہ —“ جوزف نے جنون کے عالم میں ہاتھ
پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔ جوش کی وجہ سے اس کی آواز پھٹ گئی تھی۔
”ورنہ میں خودکشی کر لوں گا۔ کیونکہ باس میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔
کاشش تمہاری بجائے کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی تو اب تک میں

اس کی گردن توڑ کر اسے بتلا چکا ہوں کہ آیا میں بزدل ہوں یا بہادر۔
جوزف نے چیخ کر کہا۔ اس کے منہ سے کھٹے ٹکٹے لگا تھا، واقعی
وہ بے حد جوش کے عالم میں تھا۔

”اچھا۔۔۔۔۔ خدا حافظ باس۔۔۔۔۔ یاد رکھنا تم نے جوزف
کی توہین کی تھی۔ اور جوزف نے تمہیں معاف کر دیا۔“ جوزف نے
سر جھٹکے ہوئے کہا۔

اور پھر کار کے ہینڈل کو دبا کر دروازہ کھولنے لگا۔ شاید وہ چلتی کار
میں سے باہر چھلانگ لگانے کا فیصلہ کر چکا تھا، مگر بیدار کوکشتش کے
باوجود کار کا دروازہ نہ کھلا۔

عمران سسٹم جام کر چکا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ
تیر رہی تھی۔

”باس۔۔۔۔۔ اب مجھے مرنے دو۔۔۔۔۔ مجھے مرنے دو باس۔۔۔۔۔“
جوزف نے چیخ کر عمران سے کہا۔

”اگر تم مر گے تو مجھے پڑے اس مسخرے کا دھیان کون رکھے گا۔
یاد رہے میں نے تمہاری کیا ڈیوٹی لگائی تھی۔“ عمران نے ایک بار پھر
کرخست لہجے میں کہا۔

”مگر باس۔۔۔۔۔ آپ نے مجھے بزدل کیوں کہا تھا۔“ جوزف نے
اس بار قد سے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

”اس لئے کہا تھا کہ تم نے پہلے سے بیہوش آدمی کے سر پر ریوالبور
مارا تھا۔۔۔۔۔ یہ کوئی بہادر ہی ہے۔۔۔۔۔ کیا میں نے جھوٹ کہا تھا
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جوزف چند لمحے تو خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔ پھر بے اختیار قہقہے
لگانے لگا۔

”شکریہ باس۔۔۔۔۔ اب مجھے پتہ چل گیا کہ آپ نے

مذاق کیا تھا۔۔۔۔۔ ہی۔۔۔۔۔ ہی۔۔۔۔۔ میں بھی کہوں کہ میرا
گریٹ باس مہلا ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہے۔ گڈ گاڈ۔۔۔۔۔ اسے

ہاں باس فار گاڈ سیک تم اپنی آخری شرط پٹا لو ورنہ میں یقیناً مرجاؤں
گا۔ جوزف نے اس بار گھٹکیا تے ہوئے کہا۔ جوش ختم ہونے کے

بعد اسے یاد آگیا تھا کہ عمران نے اس کی شراب بند کر دی تھی۔

”تم تو خود کشی کر رہے تھے۔“ عمران نے دوبارہ سنجیدگی سے کہا۔

”ارے نہیں باس۔۔۔۔۔ تمہاری بات سن کر میں پاگل ہو گیا تھا۔

ورنہ تمہیں زندہ چھوڑ کر میں خود کشی کر سکتا ہوں۔“ جوزف نے اپنی طرف

سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔۔۔۔۔ کیا تم پہلے مجھے مارو گے پھر خود کشی کر دو گے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارا جب بھی خود کشی کا موڈ بنا تم مجھے قتل کر دو گے

باپ رہے باپ۔۔۔۔۔ مجھے تو ابھی سے خوف محسوس ہونے لگا ہے۔“

عمران نے خوش مزوہ لہجہ بناتے ہوئے کہا۔

”نہیں باس۔۔۔۔۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ شاید میرا دماغ

غراب ہو چکا ہے باس۔۔۔۔۔ ایک بوتل پی لوں کافی دیر ہو گئی ہے۔“

جوزف نے جیب سے چھوٹی سی بوتل نکالتے ہوئے کہا۔

”پی لو۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جوزف نے

دانت نکالتے ہوئے بوتل منہ سے لگائی۔

اتنے میں عمران کی کاروائی منزل کے گیٹ تک پہنچ چکی تھی۔
عمران نے کار گیٹ کے سامنے روکی اور پھر جوزف سے مخاطب
ہو کر کہا

”جوزف نیچے اتر کر دروازہ کھلاؤ۔“

”مگر باس۔ دروازہ تو کھلتا ہی نہیں۔“ جوزف نے کار کے دروازے
کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے ہی لمحے دروازہ خود بخود
کھل گیا۔

”اگر خود کشی کی نیت ہی نہ ہو تو دروازہ کس طرح کھل سکتا ہے۔“
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور جوزف کھسپا ہوا ہو کر نیچے اتر گیا۔ عمران کے چہرے پر مسکراہٹ
دور لگی۔ وہ اس دیوارادھشی کو ہینڈل کرنا خوب جانتا تھا۔

موت راستہ کاٹنے کے لئے اس نے جوزف کو یقین دلایا تھا۔
”باس۔ کوئی جواب نہیں آ رہا۔ گیٹ کھل ہی نہیں رہا۔“ جوزف
نے کھڑکی میں سر ڈال کر عمران سے کہا۔

”آج تم پر تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔“ عمران نے بے ہوش
کہا اور پھر خود کار سے نیچے اتر آیا۔

”تم اس کا خیال رکھو۔“ اس نے جوزف سے کہا اور خود گیٹ
کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کال بیل پر انگلی رکھ کر اسے دبایا اور کافی
دیر تک اس نے بیل دبائے رکھا۔

مگر جب اسے کال بیل دبائے کافی دیر ہو گئی تو اس کے چہرے
پر الجھن کے تاثرات ابھر آئے۔ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

کر بیٹک زبرد جواب کیوں نہیں دے رہا۔ وہ پیچھے ہٹا اس نے ایک
نظر ادھر ادھر دیکھا اور دوسرے لمحے وہ بندروں کی طرح دروازے
پر ابھری ہوئی گیلوں کے سہارے گیٹ پر چڑھتا چلا گیا۔ اس نے
گیٹ کو کراس کرنے میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگائے۔ اوپر پہنچتے
ہی وہ اندر کود گیا۔

اور چند لمحوں بعد گیٹ اندر سے کھل گیا۔

”جوزف۔۔۔ اتم کار لے کر اندر آؤ۔“ عمران نے جوزف

سے کہا اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس
کا ہاتھ جیب کے اندر موجود ریوالور کے دستے پر مضبوطی سے جما ہوا
تھا اور وہ پیچھو چکے انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر
بے پناہ سنجیدگی تھی۔ اور آنکھوں میں شدید تعجب کے آثار نمایاں تھے۔
جلد ہی وہ برآمدے تک پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے وہاں پر
کا سمک رینز کے اثرات محسوس کئے۔ اتنے میں جوزف کا رسلے کر
برآمدے کے پاس پہنچ چکا تھا۔

”اسے مخصوص کمرے میں ڈال دوں۔“ جوزف نے عمران سے
پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ اسے اٹھا کر لے آؤ۔“ عمران نے جواب دیا۔ اور
جوزف نے بیہوش پرس و نچل کو کاندھے پر لاد لیا اور عمران کے
پیچھے چلتا ہوا مخصوص کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔

عمران نے مخصوص کمرے کے ہینڈل کو دبایا اور پھر جیسے ہی اس
نے دروازہ کھولا، وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ مگر اندر سے بالکل تباہ

ہو چکا تھا۔ اور پھر عمران کو دروازہ کے قریب ہی بلے کے نیچے دبا ہوا بلیک زیر و نظر آگیا۔ اس کے علاوہ کمرے میں انسانی جسم کے کے بے شمار ٹکڑے ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔

عمران چند لمحے یہ سب کچھ حیرت سے دیکھتا رہا۔

”یہ کیا ہوا باس — یہ طاہر صاحب...“ جوزف نے جو اس دوران اندر آچکا تھا، حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس کو دوسرے کمرے میں بند کر کے واپس آؤ،“ عمران نے انتہائی گرجت لہجے میں جوزف کو حکم دیا اور جوزف تیزی سے باہر نکل گیا۔

عمران بلیک زیر و کی طرف لپکا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے بجلی کی سی تیزی سے طبع ہٹایا۔ پھر اندھے منہ پر بلیک زیر و کو سید کیا۔ بلیک زیر و باتا عدد نقاب میں تھا۔ عمران نے اس کا نقاب ہٹا دیا۔ اور پھر اس کی بغض دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے اس نے اطمینان کا سانہ لیا۔ بلیک زیر و صرف بے ہوش تھا۔ اتنے میں جوزف واپس آچکا تھا۔ ”جوزف گیٹ کی نگرانی کرو۔ کسی غیر کو اندر نہ آنے دو اور دیکھو کہ بے ہوش آدمی نکلنے نہ پائے۔ میں طلبہ کو ہوش میں لاتا ہوں۔“

”کوئی خطرے والی بات تو نہیں — میرا مطلب ہے طاہر صاحب ٹھیک تو ہیں۔“ جوزف نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہاں — بالکل ٹھیک ہیں۔“ عمران نے کہا اور پھر طاہر کا اٹھا کر اس نے کندھے پر ڈالا اور تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

آپریشن روم کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا اور پھر آپریشن روم کی سائیڈ میں موجود ریلیٹ روم کے اندر موجود بیڈ پر بلیک زیر و کو مالدیا۔

الٹا ہی کھول کر اس نے ایک انجکشن تیار کیا اور بلیک زیر و کو انجکشن لگا دیا۔ سرخ و غیرہ دوبارہ الٹا ہی میں رکھ کر وہ بلیک زیر و کے قریب آیا اور اس کی بغض دیکھنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اور اس نے بلیک زیر و کا بازو چھوڑ دیا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد بلیک زیر و نے آنکھیں کھولیں۔ ہوش میں آکر جب اس نے عمران کو دیکھا تو اسٹے کی کوشش کی۔

”لیٹے رہو — لیٹے رہو — اور مجھے تفصیل بتاؤ کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟“ عمران نے اس کے قریب کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیر و نے مدھم لہجے میں شروع سے آخر تک تمام تفصیل بتا دی۔

”ہو نہ ہو — تو اس کا مطلب ہے کہ مجرم اپنی طرف سے تمہیں ہلاک کر چکے ہیں۔ کیونکہ اگر درمیان میں ٹھوس شیشے کی دیوار نہ ہوتی تو یقیناً حملہ آور کے جسم میں موجود بم اس وقت پھٹتا جب وہ تم سے لپٹ چکا ہوتا۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں — معلوم تو ایسا ہوتا ہے۔ ویسے یہ مجرموں کا انتہائی خوفناک ترین حربہ ہے۔“ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اپنے آدمیوں کے جسم میں وائر لیس بم بھی سیکتے ہیں۔“ بلیک زیر و نے جھرجھریا لیتے ہوئے کہا۔

”بڑی بڑی تنظیمیں کسی بڑے مقصد کے لئے اپنے معمولی کارکنوں کی مستربانی سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔ بہر حال خدا کا شکریہ ہے کہ میں بروقت پہنچ گیا۔ ورنہ اگر مجھے وہیں گھنٹے اور دیر ہو جاتی تو تم اپنا جان سے ماتھ دھو بیٹھے تھے۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

بلیک زیریو خاموش رہا۔ البتہ اس کے چہرے سے غمناکیت کے آثار نمایاں تھے۔

ایمانک بیٹھے بیٹھے عمران چونک پڑا۔

”ظاہر — تم نے دو ریوالوروں کا ذکر کیا تھا۔ جو تم نے مجرموں سے حاصل کئے تھے — وہ کہاں ہیں؟“ عمران نے بلیک زیریو سے پوچھا۔

”وہ آپریشن روم کی دو نمبر الماری میں پڑے ہیں۔“ بلیک زیریو نے جواب دیا اور پھر کوشش کر کے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب اس کی طبیعت خاصی بھال ہو چکی تھی۔

عمران اٹھ کر آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے خفیہ الماری کھول کر دونوں ریوالور اٹھائے اور انہیں معنی نیز نظروں سے دیکھنے لگا اور پھر وہ انہیں لئے ہوئے لیبارٹری روم کی طرف بڑھ گیا۔ دو راہداریاں کراس کر کے وہ لیبارٹری کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے جھک کر دہلیز کے قریب موجود ایک خفیہ مین دیالیا اور لیبارٹری کا دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ عمران اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک جدید ترین اور ہر قسم کے سائنسی ساز و سامان سے لیس مکمل لیبارٹری تھی۔ جہاں فرصت کے وقت عمران نے نئے نئے سائنسی شعبہ سے ایجاد کرنے

کے لئے ریسرچ کرتا رہتا تھا۔

عمران ریوالوروں کو لئے سیدھا ایک چھوٹی سی مشین کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے مشین کا سوچ آں کیا اور پھر اس میں سے ایک خانہ کھول کر اس نے ایک ریوالور اس کے اندر رکھ دیا۔ اور خانہ بند کر کے ایک اور مین دیالیا۔

میں دبتے ہی ایمانک مشین کے اوپر موجود ڈائل پر لگی ہوئی سرخ رنگ کی سوئی ایک جھٹکے سے اُگے بڑھی اور پھر ایک سرخ نشان پر جا کر رک گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈائل پر موجود سرخ رنگ کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

عمران کی آنکھوں میں ایک پراسرار سی چمک لہرائی۔ اس نے مشین بند کی اور پھر خانہ کھول کر ریوالور باہر نکال لیا۔ پھر اس نے دوسرا ریوالور اندر ڈال کر اسے چیک کیا۔ وہ بھی پہلے کی طرح تھا۔

عمران نے دونوں ریوالور اٹھا کر انتہائی تیزی سے ایک اور مشین میں ڈالے اور پھر مشین کا مین آں کر دیا۔ مشین میں سے چند لمبے گھڑ گھر کی آوازیں آتی رہیں۔ مختلف بلب جلتے بجھتے رہے اور پھر مشین بند ہو گئی۔ عمران نے اس میں سے ریوالور نکال لئے اور پھر انہیں لئے ہوئے لیبارٹری سے باہر نکل آیا۔

راہداری کراس کرنے کے بعد جب وہ آپریشن روم میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ بلیک زیریو آپریشن روم کی کرسی پر سر جھٹاٹے بیٹھا ہے۔ عمران نے دونوں ریوالور میز پر ڈال دیئے اور بلیک زیریو نے چونک کر سر اٹھایا۔

”بلیک زیرو۔۔۔ دشمن نے دورخی مار دی تھی۔ ان ریوالوڈز کے دستوں میں بھی ٹیلی وائر لیس ویشن آئی بم موجود تھے۔ جب تک چاہتا ان کی مدد سے ہمارے ہائیگنکو سنار مہتا اور جب چاہتا ان کی مدد سے آپریشن روم تباہ کر دیتا۔“ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ یہ مجرم تو انتہائی خطرناک ثابت ہو رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے دانش منزل اس کی نظروں میں آچکی ہے۔“ بلیک زیرو نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ یقیناً۔۔۔ اچھا تم ایسا کرو۔ دانش منزل کا بیرونی منظر تبدیل کر لو۔۔۔ میں ذرا پرس و خچل سے دو باتیں کر لو۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر باہر جاتے جاتے ٹکر گیا۔ دروازہ کے قریب کھڑے کھڑے وہ چند لمحے سوچتا رہا اور دوبارہ میز کی طرف لوٹ آیا۔

”خیریت۔۔۔“ بلیک زیرو نے حیرت آمیز لہجے میں کہا۔

”بلیک زیرو۔۔۔ میرا پروگرام بدل گیا ہے۔ پرس و خچل نامہ کی شخصیتوں پر تشدد کرنے سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“ عمران نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔۔۔ پرس و خچل آپ کے ہتھے چڑھ ہے۔ اسے گولی مار کر ختم کر دیں۔ جان چھوٹی۔ نہ ہی پرس و خچل ہو نہ ہی کیس آگے بڑھے گا۔ خواہ مخواہ درد سہی کرنے سے فائدہ۔“ بلیک زیرو نے دو ٹوک لہجے میں کہا اور بلیک زیرو کی بات سن کر عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”میرے خیال میں تمہاری یہ جھنجھلاہٹ تم پر حملے کا رد عمل ہے۔“ طاہر صاحب! آپ ایک ذمہ دار عہدے دار ہیں۔ آپ کا کام یہ ہے کہ مجرم کو پکڑیں اور مجرم وہ ہوتا ہے جو جرم کر چکا ہو۔ اب اگر پرس و خچل کو ہم گولی مار دیں تو آخر کس بنا پر۔ صرف اسس بنا پر کہ وہ ایک بین الاقوامی مجرم ہے۔ ہمارے ملک میں ابھی تک اس نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا جس کی سزا موت ہو۔۔۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ اسے گرفتار کر کے انٹرپول کے حوالے کر دیں۔ مگر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ فرار نہیں ہو جائے گا یا وہ دوبارہ ہمارے ملک کا رخ نہیں کرے گا۔ اس بار تو ہمیں پتہ چل گیا ہے۔ آئندہ نہ چل سکے۔۔۔ اور دوسری بات یہ کہ ہم اسے انٹرپول کے حوالے کر کے مطمئن ہو جائیں اور اسس کے ساتھی و پرودہ کام کر گزریں۔ اور ایک اور پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کو ہم نے گرفتار کیا ہے وہ اصل پرس و خچل نہ ہو۔“

عمران نے باقاعدہ تقریر کرتے ہوئے کہا مگر آخری فقرے پر خود بھی چونک پڑا۔

”عمران صاحب۔۔۔ میں معافی چاہتا ہوں۔۔۔ واقعی میں جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا تھا۔“ بلیک زیرو نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

”کوئی بات نہیں۔۔۔ تمہیں سمجھاتے سمجھاتے میرے ذہن میں ایک نیا پہلو ابھر رہا ہے۔۔۔ پہلے میں اسے چیک کر لوں کہ آیا یہ اصل پرس و خچل ہے بھی سہی کہ نہیں۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مگر جناب۔۔۔ ہمارے پاس اصل پرنس و پرنس کی تصویر بھی تو موجود نہیں۔ ہم کیسے چیک کریں گے کہ آیا یہ اصل مجرم ہے کہ نہیں بلکہ زیر دست ہے۔"

"ہاں۔۔۔ یہ بات تو ٹھیک ہے۔" عمران نے جواب دیا اور پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے دوبارہ کہا۔ "میرا پہلا خیال ہی درست ہے اسے یہاں سے فرار کر دیا جائے اور اس کی مکمل نگرانی کی جائے۔ اس طرح شاید کوئی با مقصد کیوں مل جائے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے کھانا کی گھڑی کا ہٹن کھینچ لیا۔ اور فریڈ کو تیشی میٹ کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"ہائیں۔۔۔ صدر پیکینگ۔۔۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے صدر کی آواز سنائی دی۔"

"ایکسٹ۔۔۔ اور؟" عمران نے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

"ہائیں سر۔۔۔ اور؟" صدر کا لہجہ یکسر مودبانہ ہو گیا۔

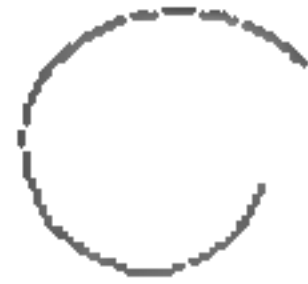
"صدر۔۔۔! تم کیپٹن شکیل اور تنویر کو کنکٹ کر کے پندرہ منٹ کے اندر انڈر وائٹس منزل کے سامنے پہنچ جاؤ۔ میں یہاں سے پرنس و پرنس کو فرار ہونے کا موقع دوں گا۔ تم تینوں نے اس کی باری باری نگرانی کرنی ہے۔۔۔ تم تینوں وائر لیس کاریں استعمال کرو گے اور اپنی جگہ تبدیل کرتے رہو گے۔ اگر یہ کسی ٹھکانے پر جائے تو تم نے اس کی مکمل نگرانی کرنی ہے اور مجھے ہر دو گھنٹے بعد رپورٹ دو گے۔ اگر میں رٹلوں تو رپورٹ عمران کو ختم دیتا۔ بہر حال مکمل اور بھرپور نگرانی ہونی چاہیے۔ اور؟" عمران نے صدر کو

تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر۔۔۔ اور؟" صدر نے مختصر جواب دیا۔

"اور؟" عمران نے کہا اور ہٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ "میں خود بھی اس کا تعاقب کروں گا۔۔۔ سیکرٹ سروس کے ممبران سے علیحدہ ہو کر۔۔۔ عمران کی رپورٹ تم وصول کرتے رہنا۔ جب ضرورت ہوگی میں تمہیں کنکٹ کر لوں گا۔" عمران نے بلیک زیر دست سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

اور بلیک زیر دست نے جوزف کو ٹیلیفون پر ہدایات دے دیں کہ جس کمرے میں مجرم بند ہے۔ اس کا لاک کھول دو اور خود اس کے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ اسے فرار ہونے کا موقع دو۔ وہ اب عمران کی چال سمجھ گیا تھا کہ عمران کیا چاہتا ہے۔



”بڑا انتظار دکھایا فیروزہ“ — ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”سوری ڈیرے — دراصل پاپا سے ایک غیر ملکی ملنے آگیا تھا۔ اسکی
 باتیں اتنی دلچسپ تھیں کہ مجھے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا
 فیروزہ معذرت آمیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئی۔
 ”اچھا — تو یہ بات ہے — وہ غیر ملکی اتنا پسند آگیا تھا کہ
 ہم بھول ہی گئے۔“ ٹائیگر نے روٹھنے والے انداز میں کہا۔

”ارے — ارے — تم تو ناراض ہو گئے — بھلا ایسا
 کبھی ہو سکتا ہے کہ میں کسی اور کو تم پر ترجیح دوں — جب سے تمہارے
 ساتھ دوستی ہوئی ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے اپنا
 آئیڈیل پالیا ہے۔“ فیروزہ نے بڑی سنجیدگی سے مگر جذباتیت سے بھرپور
 لہجے میں جواب دیا۔ اور ٹائیگر نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے
 قریب سے گزرتے ہوئے ویٹر کو کافی کا آرڈر دے ڈالا۔
 ”تھینک یو ڈیرے —“ مگر مجھے بتاؤ تو سہی کہ غیر ملکی نے ایسی کوئی
 باتیں کیں جو اتنی دلچسپ تھیں کہ تم مجھے بھول گئیں۔“ ٹائیگر نے دونوں
 کہنیاں میز پر ٹیکتے ہوئے پوچھا۔

”چھوڑو بھی ڈیرے — ایک دفعہ معذرت کر لی — تم تو ایک
 ہی بات کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑ جاتے ہو۔ وہ غیر ملکی پاپا سے کسی
 ایئر پورٹ پر ہونے والے کسی اہم واقعہ کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔
 شاید کوئی فوجی آدمی تھا۔“ فیروزہ نے لائقیت سے جواب دیا۔ اور
 ٹائیگر کے ذہن میں ایک نامعلوم سے خدشے نے مرا بھارا۔
 فیروزہ کا باپ فوج میں ایک انتہائی اہم و مہم دار عہدے پر فائز

ٹائیگر آجکل قطعی فارغ تھا۔ عمران نے کافی عرصے سے کال
 کال نہیں کیا تھا۔ اس لئے راوی عیش ہی عیش لکھتا تھا۔ چنانچہ آجکل
 ٹائیگر کی مصروفیات صرف ہوٹل تک ہی محدود ہو کر رہ گئی تھیں۔ آخر کسی طرح
 وقت تو گزارنا ہی تھا۔

آج بھی وہ ٹیپ ٹاپ کے ہال میں اپنی مخصوص نشست پر بیٹھا تھا۔
 کافی کی پیالی اس کے سامنے موجود تھی مگر اس کی نظریں دروازے
 پر جمی ہوئی تھیں۔ شاید اسے کسی کا انتظار تھا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی
 مسکراہٹ دوڑ گئی۔

میں گیٹ سے ایک خوبصورت لڑکی اندر داخل ہو رہی تھی۔ اس
 نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جیسے ہی اس کی نظریں ٹائیگر
 پر پڑیں وہ ہلکی سی مسکراہٹ لئے تیزی سے اس کی طرف بڑھتی چلی آئی۔

تھا۔ اس کا کسی غیر ملکی سے ملنا اور فوجی نوعیت کی باتیں کرنا ٹائیگر کو کچھ عجیب سا محسوس ہوا۔ مگر وہ فیروزہ کو چونکانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں۔ اور باتیں کرتے کرتے اچانک اس نے پوچھا۔

”کون سے ایئر پورٹ کے متعلق بات ہو رہی تھی۔ تمہارے پاپا اور اس غیر ملکی میں۔“

”معلوم نہیں۔“ فیروزہ نے ناگوار سے لہجے میں کہا اور ٹائیگر خاموش ہو گیا۔ کافی پی کر وہ دونوں اٹھ کر ڈائننگ فلور کی طرف بڑھ گئے۔ دو راؤنڈ لگاسنے کے بعد جیسے ہی اپنی میز پر پہنچے۔ ٹائیگر نے دیکھا کہ اس کی میز پر ایک غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ انتہائی شاندار صحت کا مالک تھا۔ ”ہیلو جان۔“ آپ یہاں کیسے؟“ فیروزہ نے چونک کر پوچھا۔ ”بس ویسے ہی۔“ تم نے ٹپ ٹاپ کی تعریف کی تھی۔ اس لئے میں یہاں آ گیا۔“ غیر ملکی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”ان سے ملئے۔ مائی فرینڈ۔“ مسٹر آفریدی۔ اور آپ ہیں مسٹر جان۔ پاپا کے دوست۔ جن کی دلچسپ باتوں کی وجہ سے میں لیٹ ہو گئی تھی۔“ فیروزہ نے ٹائیگر اور غیر ملکی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

ان دونوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہوئے بھی جھلوں کا تبادلہ کیا اور پھر وہ سب میز کے گرد بیٹھ گئے۔ ٹائیگر نظروں ہی نظروں میں جان کو ٹٹول رہا تھا۔ جان کی شخصیت ٹائیگر کو کچھ مشکوک سی معلوم ہوئی مگر وہ خاموش رہا۔ جان نے ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد

اچانک فیروزہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بس فیروزہ۔“ آپ کے پاپا نے آپ کے لئے پیغام دیا ہے۔ اگر مسٹر آفریدی ہمیں چند لمحے عنایت کر دیں تو....“ جان نے ٹائیگر کی طرف معذرت طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے۔“ میں ڈرائیو آگٹ تک ہو آؤں آپ بات کریں۔“ ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ڈرائیو کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ڈرائیو ہال سے بٹ کر گیلری میں تھا۔ وہاں جا کر ٹائیگر ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ یہاں سے ہال صاف نظر آ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جان نے فیروزہ کو سرگوشی کی اور فیروزہ نے اثبات میں سر ہلادیا۔ اور پھر جان جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ دوسرے لمحے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہال کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر بھی خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔ اس نے دیکھا کہ جان کا رخ پارکنگ شیڈ کی طرف تھا۔

ٹائیگر نے اس کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ صرٹ اس امید پر کہ بوریت سے تو نجات ملے گی۔ اور شاید کوئی دلچسپ بات بھی معلوم ہو جائے۔

ٹائیگر نے اپنا موٹر سائیکل جان کی کار سے خاصے فاصلے پر رکھا اور بڑی ہوشیاری سے تعاقب کرتا رہا۔ جان کی کار شہر کی مختلف کالونیوں کا چکر لگانے کے بعد ماڈل ٹاؤن کی ایک عظیم الشان کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہو گئی۔

ٹائیگر نے موٹر سائیکل پر کوٹھی کا راؤنڈ لٹکایا اور پھر وہ کوٹھی کے عقب میں آگیا۔ اس نے موٹر سائیکل ایک درخت کے نیچے رکھی اور خود تیزی سے کوٹھی کی عتقی دیوار کی طرف بڑھ گیا۔ عتقی دیوار کے ساتھ ہی ایک درخت تھا۔

ٹائیگر نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کسی کو نہ پا کر وہ تیزی سے درخت پر چڑھتا چلا گیا۔ چند سی لمحوں بعد وہ دیوار پار کر کے کوٹھی کے پائین بارنگ میں موجود تھا۔ ٹائیگر نے جیب میں ریوالتور چیک کیا۔ اور پھر ریگتا ہوا عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ چھت پر لیٹا ہوا تھا۔ چھت کے کونے سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ اور پھر وہ سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے ایک گیلری میں آگیا۔

یہاں مختلف کمروں کے روشندان تھے۔ ٹائیگر نے روشندان چیک کئے۔ اور پھر ایک کمرے میں اسے جان بیٹھا نظر آگیا۔ اس کے سامنے سفید بالوں والا ایک غیر ملکی موجود تھا۔

ٹائیگر نے روشندان پر ہلکا سا دباؤ ڈالا اور روشندان ذرا سا کھل گیا۔ اب ان کی باتوں کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

”میرا لیون — تم نے صبح آدمی انتخاب کیا ہے۔ کرنل حبیب ایرپورٹ کا انچارج ہے۔ اگر وہ ہم سے تعاون پر آمادہ ہو جائے تو سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔“ سفید بالوں والا جان سے کہہ رہا تھا۔

”باس — آپ کا خیال صحیح ہے — میں نے کرنل حبیب سے بات چیت کر لی ہے۔ کرنل حبیب نے دولاکھ روپیہ مانگا ہے۔ جان نے جواب دیا۔“

”ٹھیک ہے — ہم اسے دولاکھ روپیہ ادا کر دیں گے مگر ہمیں اتنی بھاری رقم کا صحیح معاوضہ ملنا چاہیے۔“ سفید بالوں والے نے بات جاری رکھی۔

”آپ بے فکر رہیں باس — میں نے سب کچھ معلوم کر لیا ہے۔ کرنل حبیب جو اٹھنے کا عادی ہے اور اس سلسلے میں وہ خاما مقروض ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ ہر قیمت پر ہمارا ساتھ دے گا میں نے آج شام ہوٹل جیکارڈ میں اس سے ملاقات طے کر لی ہے۔ اس ملاقات میں وہ سب کچھ تفصیل سے بتا دے گا۔ اور ہمیں جو سہولتیں چاہئیں۔ ہم اس سے طے کر لیں گے۔ اُدھی رقم اسے آج شام کو دے دیں گے اور اُدھی مشن شروع ہونے سے چند گھنٹے پہلے۔“ جان نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے — آج شام تفصیلات طے کرنے کے بعد ہم باس کو مکمل رپورٹ دے دیں گے۔“ سفید بالوں والے نے کہا۔

”تو آپ چلیں گے نا“ جان نے پوچھا۔

”ہاں — میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔“ مگر میک اپ میں — شام کو ہوٹل میں ہی بیٹھ جاؤں گا۔ تم ایسا کرنا کہ جو کہیں مخصوص کرانا اس کے ساتھ والے کین میں بھی اپنے آدمی بٹھا دینا تاکہ کوئی دوسرا آدمی سن نہ سکے۔“ سفید بالوں والے نے کہا اور جان سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

ٹائیگر بھی خاموشی سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار تھے۔ اسے فیروزہ کے باپ کرنل حبیب کے متعلق

اب تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ دو لاکھ کے لئے بیک گیا ہو گا۔ مگر اب وہ اپنے کانوں سے سب کچھ سن چکا تھا۔ اس لئے یقین کرنا بھی پڑ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کوٹھی سے نکل کر اپنے موٹر سائیکل تک پہنچ گیا تھا۔ موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا وہ سیدھا اپنے فلیٹ پر گیا اور وہاں جا کر اس نے الماری سے ٹرانسمیٹر نکالا اور عمران کو کال کرنے لگا۔
”یس — عمران پیسنگ — اور — دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔“

اور ٹائیگر نے کرنل حبیب اور غیر ملکیوں کی تمام بات چیت سے اُسے آگاہ کر دیا۔

”ٹھیک ہے — تم رات کو ان کی تفصیلات معلوم کرو اور پھر مجھے بتانا۔ تفصیلات معلوم کرنے کے بعد ہی اس کے متعلق مزید فیصلہ ہو گا۔“ اور اینڈ آل عمران نے جواب دیا اور رابطہ ختم کر دیا۔
ٹائیگر نے طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر دوبارہ الماری میں رکھ دیا اور خود ڈرائیونگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

اُوٹھ گھٹنے بعد وہ بیک اپ کر کے باہر نکل آیا اور پھر اس نے موٹر سائیکل مٹا کر کیا اور موٹر سائیکل جیکارڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ان لوگوں سے پہلے وہاں جا کر کوئی ایسا انتظام کرنا چاہتا تھا جس سے وہ باسانی تمام تفصیلات سے آگاہ ہو سکے۔ اسے معلوم تو ہو گیا تھا کہ یہ لوگ تین چار کہیں اکٹھے بک کر امیں گئے تاکہ اطمینان سے بات چیت کر سکیں۔
موٹر سائیکل جیکارڈ پہنچ کر اس نے موٹر سائیکل پارکنگ شیڈ میں کھڑا

کی اور خود موٹر سائیکل کے عقبی راستے سے ہوتا ہوا کچن کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں کا چیف دیٹر اس کا راقف تھا۔ چنانچہ جلد ہی اس نے چیف دیٹر کو ڈھونڈ لیا۔

”ہیلو مسٹر کاشانی — آج کیسے ادھر کا راستہ بھول پڑے۔“
چیف دیٹر نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔
”جوڈی — آج میں ایک خصوصی کام سے آیا ہوں“ یہ بتاؤ۔
شام کو کینسر پکس کی ڈیوٹی ہو گی۔“ ٹائیگر نے پوچھا۔
”ویٹر نمبر فور کی — کیوں کیا بات ہے۔“ جوڈی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”اور تو کوئی خاص بات نہیں۔ دراصل میں نے آج ایک فرینڈ کو ٹائم دیا ہوا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ کینسر میں مداخلت کم سے کم ہو۔“ ٹائیگر نے مسکرا کر آنکھ مار بکتے ہوئے کہا۔
”اچھا — اچھا — سمجھ گیا — پیشل پروگرام ہے۔ کوئی بات نہیں — میں چار نمبر کو ڈیوٹی دے دوں گا۔ وہ خیال رکھے گا۔ تم بے فکر ہو جاؤ۔“ جوڈی نے جنتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو۔“ ٹائیگر نے کہا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ اور پھر کینسر کے نزدیک اسے چار نمبر ویٹر نظر آ گیا۔ یہ ایک نوجوان شخص تھا۔ اور ٹائیگر کو خوشی ہوئی کہ اس کا قد و قامت اس سے ملتا جلتا تھا۔
شام تک وہ بال میں بیٹھا وقت گزارتا رہا اور پھر آٹھ بجے کچن کی طرف بڑھ گیا۔ کچن کے قریب ہی سنٹر روم تھا۔
ٹائیگر خاموشی سے سنٹر کے دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا۔

اور سگریٹ پینے لگا۔ اور جلد ہی اسے وہ موقع مل گیا جس کا وہ انتظار کر رہا تھا۔ چار نمبر ویٹر اسے راہداری میں اکیلا نظر آگیا۔

”ہیلو — بات سنو دست —“ ٹائیسگر نے اسے آہستہ سے اپنی طرف بلائے ہوئے کہا اور ویٹر اسس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”فرمائیے“ ویٹر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹائیسگر نے دس کانوٹ اس کے ہاتھ میں رکھا اور پھر سرگوشیاں لہجے میں کہا۔

”ادھر سٹور میں میری ایک بات سن لو — اگر میرا کام ہو گیا تو پچاس اور دوں گا۔“

پچاس روپے کا سن کر ویٹر کی آنکھوں میں چمک اگئی۔ اس نے سٹور کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اندر پہنچتے ہی ٹائیسگر اس کی طرف جھکا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ بکلی کی سی تیزی سے اٹھا اور ویٹر کی کتھنی پر ضرب لگئے۔ ہی وہ فرش پر لڑھک گیا۔ ایک ہی ضرب اسس کے لئے کافی ہو گئی تھی۔

ٹائیسگر نے بڑی پھرتی سے اپنا لباس اتار کر ویٹر کو پہنایا اور پھر اس کی وردی خود پہن لی۔ اس نے اپنی جیبوں میں موجود سامان وردی کی جیبوں میں منتقل کیا۔ اور پھر ایک چھوٹا سا بکس کھول کر اس نے ویٹر کا میک اپ شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ انتہائی تیز اور مہارت سے چل رہے تھے۔ دس منٹ بعد وہ ویٹر کا روپ مکمل طور پر دھار چکا تھا۔

اس نے ایک نظر بیہوش پڑے ویٹر پر ڈالی اور پھر ٹرسے اٹھا کر وہ باہر نکل آیا۔ کچن کا ایک راؤنڈ لگا کر جب وہ ہال میں پہنچا تو استقبالیہ

کوک نے اسے بلا کر کہا کہ کیبن نمبر تھری، فور اور فائیو ریزرو ہو چکے ہیں ان پر ریزرویشن کارڈ لگا دو۔ اور ٹائیسگر سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ اس نے ان تینوں کیبنوں پر ریزرویشن کارڈ لگا دیئے اور پھر خود درمیانی کیبن میں داخل ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ خفیہ میٹنگ کیبن نمبر چار میں ہو گی۔ کیبن کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چوٹی سی ڈبیا جس کے ساتھ پلاسٹک ٹیپ موجود تھا۔ کیبن کے درمیان میں رکھی ہوئی میز کے نیچے چپکا دیا۔ اور پھر کیبن کا پردہ برابر کرتے ہوئے باہر نکل آیا۔

ہال کا ایک راؤنڈ لگا کر سوم دوبارہ کچن کی طرف آیا اور ادھر ادھر دیکھتا ہوا سٹور روم میں گھس گیا۔ ویٹر ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔ ٹائیسگر نے دروازہ اندر سے بند کیا اور ایک بار دوبارہ لباس اور میک اپ تبدیل کرنا شروع کر دیا۔ پہلے والے لباس اور میک اپ میں آکر اس نے جیب سے سو روپے کا نوٹ نکالا اور بیہوش ویٹر کی منٹھی میں دبا کر خود سٹور سے باہر نکل آیا۔

اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر تیزی سے ہوٹل سے باہر آگیا۔ چند لمحوں بعد اس کی موٹر سائیکل تیزی سے کرنل جیب کے بنگلے کی طرف دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ اس نے کرنل جیب کے بنگلے کے قریب جا کر موٹر سائیکل روک دیا۔ اور خود اتر کر ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ دراصل وہ کرنل جیب کو خود چپک کر کے ہوٹل تک جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ کہیں عین موقع پر مجرموں نے پروگرام یا میٹنگ کا مقام تبدیل نہ کر دیا ہو۔ اس میں یہی ایک خوبی تھی کہ وہ معاملہ کسی

بھی پہلو کو نظر انداز کرنے کا عادی نہیں تھا۔ اس لئے ٹرانسمیٹر سینٹ کسٹے کے بعد اس نے ویٹر کا میک اپ ختم کر دیا تھا تا کہ وہ صحیح طریقے سے کنٹرول کر سکے۔

ابھی اسے وہاں کھڑے تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ ہنگے کا گیسٹ کلا اور دوسرے لمحے ایک چھوٹی سی کار باہر آگئی۔ کار کو کرنل حبیب خود چلا رہا تھا اور کار میں اکیلا تھا۔

جب کرنل کی کار آگے بڑھ گئی تو ٹائیگر نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ کرنل کی کار جب ہوٹل جیکارڈ کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تو ٹائیگر نے اطمینان کی سانس لی۔

اور پھر جب کرنل کی کار پارکنگ ٹیڈ میں کھڑی کیسے ہوٹل کے مین گیٹ میں داخل ہو گیا تو ٹائیگر بھی آگے بڑھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ہاتھ کو منہ پر اس طرح پھیرا جیسے وہ منہ صاف کر رہا ہو۔ مگر جب اس کا ہاتھ چہرے سے ہٹا تو اس کا حلیہ تبدیل ہو چکا تھا۔ گھٹی موٹھیں اور ناک میں موجود سپرنوکل نے خاص فرق ڈال دیا تھا۔

اس نے یہ ریڈی میڈ میک اپ اس لئے کیا تھا کہ چار نمبر ویٹر اسے پہچان کر کوئی ہنگامہ نہ کر دے۔

بال میں داخل ہو کر اس نے ادھر ادھر دیکھا تو چار نمبر کیبن پر "خالی نہیں ہے" کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ کرنل کیبن میں موجود ہے۔

بال میں کئی میز خالی تھیں۔ ٹائیگر نے ایک انتہائی کونے میں موجود الگ تھلگ میز منتخب کی اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب

سے ایک چھوٹا سا آلہ سماعت نکال کر کان میں جمادیا۔ جس کی تار اس کی جیب میں جا رہی تھی۔ کیونکہ ایسے آلے بہرے کافی تعداد میں لگائے رکھتے ہیں۔ اس لئے اس پر کوئی شبہ نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے جیب میں موجود ریسیور سیٹ کا بٹن آن کر دیا اور اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ جب ویٹر اس کے قریب آیا تو اس نے اسے کافی لانے کا حکم دیا۔

چند لمحوں بعد اس نے دیکھا کہ بال میں چھ غیر ملکی داخل ہوئے۔ ان میں دو سفید بالوں والا اور جان بھی موجود تھا۔ سفید بالوں والے کے چہرے پر گھٹی واڑھی لہرا رہی تھی۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ وہ میک اپ میں ہے۔ جان اور اس کا باس سیدھے چار نمبر کیبن میں چلے گئے۔ باقی چار غیر ملکیوں نے ساتھ والے کیبن سنبھال لئے۔

"ہیلو کرنل۔۔۔۔۔ ہمیں دیر تو نہیں ہوئی؟" ٹائیگر کے کانوں میں آواز آئی۔

"نہیں۔۔۔۔۔ میں ابھی آکر بیٹھا ہوں" کرنل کی آواز سنائی دی۔ "اس میں بیگ میں ایک لاکھ روپیہ موجود ہے۔۔۔۔۔ اب آپ ہمیں تفصیلات بتائیے" غیر ملکی نے نرم لہجے میں کہا۔

"آپ مجھ سے پوچھیے۔۔۔۔۔ میں جواب دیتا جاؤں گا" کرنل کی آواز سنائی دی۔

"کرنل۔۔۔۔۔ کل رات کو بارہ بجے ملٹری ایئرپورٹ پر کوئی خفیہ مشن انجام دیا جانا ہے۔۔۔۔۔ آپ ہمیں اس کے انتظامات کی تفصیل بتائیں" جان کی آواز سنائی دی۔

”اس کے متعلق مجھے آج ہی ہدایات موصول ہوئی تھیں رات کو بارہ بجے ساٹنا کا ایک جہاز خفیہ طور پر وہاں اترے گا۔ اس میں سے ایک ہنڈل اتارا جائے گا۔ ایئر پورٹ پر ملٹری انٹیلی جنس کا پہرہ ہوگا۔ وزارت دفاع کا ایک اعلیٰ نمائندہ اور چار سائنس دان ایئر پورٹ پر آنے والوں کا استقبال کریں گے۔ ایک خصوصی کار میں وزارت دفاع کا نمائندہ اور سائنسدان وہ ہنڈل لے کر پہلے وزارت دفاع کے دفتر جائیں گے اور پھر وہاں سے وہ ہنڈل ایٹمک انرجی کمیشن میں لے جایا جائے گا۔ اس کار کو تحفظ دینے کے لئے ملٹری انٹیلی جنس کی کاریں اس کے آگے پیچھے ہوں گی۔“

کرنل نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ کرنل، دراصل بات یہ ہے کہ ہم نے وہ ہنڈل حاصل کرنا ہے۔ آپ اس سلسلے میں ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں؟“ جان کی آواز سنائی دی۔

”دیکھئے جناب۔۔۔ میں نے دو لاکھ روپے صرف تفصیلات بتانے کے لئے کئے ہیں۔ اس سے زیادہ مزید تعاون میرے بس سے باہر ہے۔ کیونکہ میں خود بھی اس جہاز کے قریب نہیں جاسکتا اور پھر آپ مجھے بتلائیے کہ آپ وہ ہنڈل کیوں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“ کرنل کی آواز سنائی دی۔

”اس بات کو آپ رہنے دیں۔ بہر حال ہم خود ہی کوئی انتظام کر لیں گے۔ آپ یہ رقم کابلیک اٹھائیں اور خاموشی سے چلے جائیں۔ آپ کا بقایا رقم کل رات دس بجے آپ کو مل جائے گی۔“ جان کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ کرنل کا جواب آیا۔“

”اور ہاں کرنل۔۔۔ جانے سے پہلے ہماری ایک بات سن لیں۔۔۔ اگر آپ نے اس کے متعلق کسی کو سچھ بتلایا یا اشارہ بھی کیا تو نہ صرف آپ کی بقایا رقم ڈوب جائے گی بلکہ آپ اپنی جان سے ہاتھ بھی دھو بیٹھیں گے۔ ڈبلیو اپنے سے غداری کرنے والوں کو ایسی عبرتناک سزا دینے کا عادی ہے کہ اس کی روح تک بلبلا اٹھتی ہے۔“

دوسرے غیر ملکی نے انتہائی تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں خیال رکھوں گا۔ ڈبلیو کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی“ کرنل نے جواب دیا۔

اور پھر دوسرے لمحے ٹائیگر کو کرنل کیبن سے باہر آنا دکھائی دیا اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا برلین کیس تھا۔

اس کے جانے کے بعد ٹائیگر اپنی جگہ سے اٹھا اور ٹہلتا ہوا چار غیر کیبن کی طرف بڑھا۔ کیبن کے سامنے پہنچتے ہی وہ جھپٹ کر اندر گیا اور دوسرے لمحے میز کے نیچے چپکا ہوا ڈائریکٹرز ٹرانسمیٹر اس کی جیب میں اچکا تھا۔ کیبن سے باہر نکل کر وہ بھی ہوٹل سے باہر چل دیا۔ اس نے غیر ملکیوں کا تعاقب فصول سمجھا۔ کیونکہ ان کا ہیڈ کوارٹر وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ اب وہ عمران کو رپورٹ دینے کے لئے پہنچا تھا۔

پہنچ گیا۔ گیٹ کی چھوٹی کھڑکی کھول کر وہ اچھل کر باہر نکل گیا۔

اس نے ایک لمحے کے لئے مرکز عمارت کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ آفراسے اس طرح آزاد کیوں چھوڑ دیا گیا ہے۔ جلد ہی وہ ایک ٹیکسی ایجنجے گئے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو سیدھا چلنے کے لئے کہا۔ اس کی نظریں مسلسل بیک مرد پر جمی ہوئی تھیں۔ کئی بار اسے اپنے تعاقب کا شک ہوا مگر پھر جب وہ کار مڑ جاتی تو اس کا شک دور ہو جاتا۔

اس نے مختلف ٹیکسیاں بدلیں اور پھر جب اسے یقین ہو گیا کہ واقعی اس کا تعاقب نہیں ہو رہا تو وہ کننگز کالونی کے ایک گیٹ پر اتر گیا۔ چوکیدار نے اسے دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا۔ اور پرنس وینچل چوکیدار کو متناط سب نے کی ہدایت کرتا ہوا کوٹھی کے اندر چلا گیا۔

عمران ایک ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں پرنس وینچل کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ سیکرٹ سروس کے عمران بڑی ہوشیاری پرنس وینچل کا تعاقب کر رہے تھے اور اس کے ساتھ ہی وہ لوگ بھی کننگز کالونی کی کوٹھی پہنچ گئے۔

عمران نے ٹیکسی ایک طرف روکی اور پھر اتر کر کوٹھی کی عقبی سمت میں بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی ہدایات کے مطابق سیکرٹ سروس کے عمران کوٹھی کی نگرانی صرف باہر سے کریں گے۔

عقبی سمت سے اسے اندر جانے کا آسان راستہ نظر آ گیا۔ گندے پانی کا گڑ کوٹھی کے اندر سے آ رہا تھا اور اس کا مخرج کوٹھی کی دیوار سے بالکل ملا ہوا تھا۔ اس نے گڑ کا ڈھکنا اٹھایا اور پھر تیزی سے اندر اترتا

پرنس وینچل کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک خالی کمرے میں پایا۔

چند لمحے تو وہ خاموش پڑا حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ اس نے اپنے جسم کو مٹولا، سب کچھ ٹھیک تھا۔ جیب میں ریوالت تک موجود تھا۔

اس نے ایک طائرانہ نظر کمرے پر ڈالی اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کو کھینچ کر اس نے دیکھا تو ایک دو جھٹکے دینے سے دروازہ کھل گیا۔ پرنس وینچل نے ریوالت جیب سے نکالا اور پھر دروازے سے باہر نکل آیا۔

پوری عمارت سنسان پڑی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ بار بار اپنے ارد گرد ماحول کا جائزہ لے لیتا۔ مگر کہیں سے بھی کوئی مداخلت نہیں ہوئی۔ اور وہ گیٹ تک

چلا گیا۔ گھر میں پانی تھوڑی مقدار میں چل رہا تھا۔ اس لئے عمران نے سائیدوں پر پیر جماتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔

وہاں کے قریب بیڑھیاں اور پر جبار ہی تھیں۔ وہ میر لھیاں چڑھتا ہوا تیزی سے اوپر چڑھ گیا۔ ابھی اس نے وہاں پر موجود ڈھکن ہٹانے کے لئے ہاتھ بڑھائے ہی تھے کہ اس کی کلائی پر ضربیں لگنی شروع ہو گئیں۔ عمران نے ہاتھ کھینچ لئے اور پھر گھڑی کا ونڈ بٹن کھینچ لیا۔ دوسرے لمحے گھڑی کا چھ کا ہندسہ جلنے بجھنے لگا۔ عمران سمجھ گیا کہ کال ٹائیمر کی طرف سے ہے۔

”یس۔۔۔۔۔ عمران پسیکلنگ۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ عمران نے دلے لہجے میں کہا۔

اور ٹائیمر نے اسے کرنل حبیب اور غیر ملکیوں کے متعلق رپورٹ دی۔ عمران ٹائیمر کی بات سن کر چونک پڑا اور اس نے اسے مزید تفصیلات حاصل کرنے کا حکم دے دیا۔

اس کے بعد اس نے ڈھکن آہستہ سے ایک طرف کھسکایا اور گھر سے سر باہر نکالا۔ یہ کوٹھی کی عقیقی سمت تھی۔ چونکہ ارد گرد کوئی شخص نہیں تھا اس لئے عمران تیزی سے باہر نکل آیا۔ عقیقی سمت میں موجود ایک کھڑکی کو جب اس نے آہستہ سے دبا یا تو کھڑکی کھل گئی۔ شاید وہ اندر سے بند نہیں تھی۔ عمران نے کھڑکی کھول کر اندر جھانکا۔ یہ کھڑکی ہاتھ روم کی تھی۔ عمران کو در اندر پہنچ گیا۔ ہاتھ روم کے اندر دنی دروازے کے کی بول سے اس نے دوسری طرف جھانکا۔ دوسری طرف کمرہ خالی تھا۔ عمران نے ہینڈل دبا یا اور پھر دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گیا۔

کمرے میں جاتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا کیونکہ اس کے منہ کی کمرے سے باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ عمران دبے قدموں منہ کی دروازے کی طرف بڑھا اور پھر اس نے دروازے سے کان لگا دیئے۔ دوسری طرف سے پرنس وینچل کی آواز آرہی تھی۔ وہ شاید کسی کو کال کر رہا تھا۔

”یس باس۔۔۔۔۔ میرا تعاقب نہیں کیا گیا۔ میں نے بہت اچھی طرح چیک کیا ہے۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔“

”مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں وہاں لے جا کر آزاد چھوڑ دیں۔ ضرور کوئی خطرناک چال کھیل گئی ہے۔“ دوسری طرف سے ایک کرنٹ آواز سنائی دی۔

”میں بھی اس پہلو پر سوچتا رہا ہوں۔ مگر کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو کال کر کے مزید ہدایات لے لوں۔ اور۔۔۔۔۔ پرنس وینچل نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔“ ان کا ہیڈ کوارٹر تو دیکھ لیا ہے۔ تمہارا مشن یہ ہے کہ اپنے گروپ کو ساتھ لے کر کل رات بارہ بجے تک انہیں ہر قیمت پر الجھائے رکھو تاکہ میں اپنا اصل مشن کامیابی سے پورا کر لوں۔ اس کے بعد ہم سب فوراً اس ملک سے چلے جائیں گے۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”ٹھیک ہے جناب۔۔۔۔۔ میں اپنے گروپ سمیت ان کے ہیڈ کوارٹر پر بلر بول دیتا ہوں۔ مجھے پوری امید ہے کہ کل رات تک انہیں دوسری طرف منہ پھیرنے کی ہم فرصت ہی نہیں دیں گے۔ اور۔۔۔۔۔“

پرنس وینچل نے جواب دیا۔

”فوری بلہ بولنے کی ضرورت نہیں۔ ہو سکتا ہے تم کل رات تک انہیں نہ اُلجھا سکو۔ آرام و اطمینان سے کام کرو۔ جلد ہی کی ضرورت نہیں ہیڈ کو آرٹر کی نگرانی جاری رکھو۔ اسس اجتن عمران کی ضرور مکمل نگرانی ہونی چاہیے۔ اور وقتاً فوقتاً کوئی ایسی حرکت کرتے رہو جس سے وہ تمہارے معاملے میں ہی اُلجھے رہیں اور اصل مشن کی انہیں ہوا بھی نہ لگ سکے۔ اور گرفت آواز میں ہدایات دی گئیں۔“

”ٹھیک ہے بائس۔۔۔۔۔ مگر کیا اصل مشن کے دوران میری اور میرے گروپ کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اور“ پرنس وینچل نے پوچھا۔
”یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔ دو سب سے گروپ کی فوری کافی ہے اور وہ سب ایسے کاموں میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔ بہر حال ابھی مجھے تفصیلی رپورٹ کا انتظار ہے۔۔۔۔۔ آج رات انتظامات کی مکمل رپورٹ ملنے کے بعد میں تفصیلی پروگرام مرتب کروں گا۔ اس کے بعد اگر تم لوگوں کی ضرورت پڑی تو تمہیں کال کر لوں گا۔ اور“ دوسری طرف سے بتایا گیا۔

”ٹھیک ہے جناب۔۔۔۔۔ میں کال کا منتظر رہوں گا۔ اور“ پرنس وینچل نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔
”اور ایسٹڈ آل“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور گفتگو ختم ہو گئی۔

عمران کی آنکھوں میں یہ گفتگو سن کر جمید چمک اُبھرائی تھی۔ معاملہ اس کے تصور سے بھی زیادہ گہرے نکلے تھے۔ اس لئے اس نے فوراً فیصلہ کر لیا کہ مجرموں کو مزید مہلت نہ دی جائے۔

یہ فیصلہ کر کے اس نے پردہ ہٹایا اور پھر دروازہ ہلکے سے دبا کر دیکھا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے دروازے پر لات ماری۔

دروازہ ایک دھمکے سے کھلا اور عمران اچھل کر کمرے کے اندر پہنچ گیا۔ اسس کے ہاتھ میں ریوا لور چمک رہا تھا۔ اندر جاتے ہی اسس نے لڑکی طرح گھوم کر دیکھا اور پھر حسب توقع اسے پرنس وینچل کے سوا کمرے میں کوئی نظر نہ آیا۔

پرنس وینچل حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عمران کے ریوا لور کا رخ اس کی طرف تھا۔ چہرے پر حماقتوں کا آئینہ رہا تھا۔
”اوہ! پرنس۔۔۔۔۔ آخر تم یہاں آ ہی گئے۔ خوش آمدید۔۔۔۔۔ خوش آمدید۔۔۔۔۔ پرنس وینچل نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ اب اس کے چہرے پر بھی معصومیت کی تہ چڑھ گئی تھی۔

”اگر تمہیں میرے یہاں آنے پر اعتراض ہو تو واپس چلا جاتا ہوں۔“ عمران نے ٹریک پر انگلی کا دباؤ بڑھاتے ہوئے بڑے معصومانہ لہجے میں کہا۔
”ارے نہیں پرنس۔۔۔۔۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ پرنس وینچل کے پاس کوئی جہان اُسے اور یوں واپس چلا جائے۔ اور پھر جہان بھی تم جیسا۔۔۔۔۔ میں تمہارا شایان شان استقبال کروں گا۔“ پرنس وینچل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے اپنا پاؤں زور سے میز کے کونے پر مارا۔

”خبردار۔۔۔۔۔ غلط حرکت مت کرنا۔“ عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”ارے تمہیں کیا ہو گیا ہے پرنس۔۔۔ یہ کھلونا ہولسٹر میں ہی اچھا لگتا ہے۔ تمہارے پاس چونکہ ہولسٹر نہیں اس لئے اسے پھینک ہی دو تو اچھا ہے۔“ پرنس ونچل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے عمران یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ کمرے کی دیواریں اپنی جگہ سے یوں سمٹ گئی تھیں جیسے کوئی آدمی پر دے سمیٹ دیتا ہے اور اب دیواریں کی جگہ چاروں طرف آدمیوں کی قطاریں کھڑی تھیں جن کے ہاتھوں میں سٹین گنیں تھیں اور ظاہر ہے کہ ان سٹین گنوں کا رخ عمران ہی کی طرف تھا۔ تقریباً چالیس پچاس سٹین گنیں اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں۔ عمران کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے تشویش کی لہر ابھری مگر دوسرے لمحے اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا دیواریں ایک طرف پھینک دیا۔

”یہ بات ہوئی نا پرنس۔۔۔ تم اچھے بچوں کی طرح بڑوں کا کہنا مان لیتے ہو۔“ پرنس ونچل نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور عمران کے قریب آکر رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں پراسرار سی چمک تھی۔

”کیا تم لیکلے آئے ہو پرنس۔۔۔ تمہارا باڈی گارڈ دستہ کہاں ہے۔“ میسے تمہارا باڈی گارڈ دستہ بہت تیز ہے۔ انہوں نے زیچ گٹھری پر خوب کارنامہ انجام دیا تھا۔ پرنس ونچل نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

”بہت بیک رہے ہو پرنس۔۔۔ مگر تم شاید نہیں جانتے کہ پرنس آف ڈمپ اکیلا ہی اپنی ذات میں باڈی گارڈ دستہ رکھتا ہے۔ تم نے دیکھ ہی لیا تھا کہ میں کس طرح تمہیں اٹھا کر شاہی محل میں لے گیا تھا۔“ عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”مگر پھر پھوڑ کیوں دیا تھا۔“ پرنس ونچل نے لہجے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تو کیا میں تمہارا اپار ڈائنار۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”بہر حال کچھ بھی ہو۔۔۔ میں تمہاری چالاکی کی داد دیتا ہوں۔“ نجل نے تم نے میرا کس طرح تعاقب کیا ہے۔ حالانکہ میں نے چیک تو بہت کیا تھا۔“

پرنس ونچل نے تجسس آمیز لہجے میں کہا۔

”ابھی تم نے مجھے میری کس کس ادا کی داد دو گے۔۔۔ بہر حال میں نے ہر قسم پر یہ ثابت کرنا ہے کہ الحق اعظم کے خطاب کا تمہاری بجائے میں زیادہ حق دار ہوں۔“ عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”خوب۔۔۔ بہت خوب۔۔۔ بہر حال اب ایسی گتے ہو تو تمہاری خاطر تواضع کرنا میرا فرض بن چکا ہے۔“ پرنس ونچل نے اپنے سر کو مخصوص انداز میں سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

اس کے سر جھٹکتے ہی عمران کے پیچھے کھڑے ہوئے سٹین گن بردار آگے بڑھے اور پھر انہوں نے سٹین گنوں کی نالیں عمران کی پشت سے لگا دیں۔

”اسے جہانوں کے خصوصی کمرے میں لے جاؤ۔۔۔ اور جتنی جلدی ہو سکے خاطر تواضع کرو۔۔۔ یہ ہمارا جہان ہے۔۔۔ بس اس کا خیال رکھنا یہ ذرا شرارتی قسم کا جہان ہے۔“ پرنس ونچل نے اپنے آدمیوں کو آٹھ مارتے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں باس۔۔۔ ہم اس کی اتنی اچھی

غاطر تواضع کریں گے کہ یہ آپ سے شکایت نہیں کر سکیں گے۔ ان میں سے ایک آدمی نے جواب دیا۔

”چلیے جناب۔۔۔ اس آدمی نے سٹین گن کی مال سے عمران کو بھوکا دیتے ہوئے کہا۔

”پرنس ونچل۔۔۔ اگر اپنے ابا جان سے آپ کی بات چیت ہو تو میرا سلام دے دینا۔۔۔ وہ پیارے میرا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ ابی میرے متعلق تمہیں خصوصی ہدایات دے رہے تھے۔“ عمران نے بڑے اطمینان سے قدم آگے بڑھاتے ہوئے بڑے طنز پر لہجے میں کہا۔

پرنس ونچل نے جواب دینے کی بجائے دانت بچھ لے۔

اور عمران بڑے اطمینان سے چلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ گھڑی کا ونڈ بیٹن وہ کافی پہلے کھینچ چکا تھا۔ دروازے پر موجود پہریدار ان کے قریب پہنچتے ہی ایک طرف ہٹ گئے اور عمران شاہانہ انداز میں چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔

سامنے ایک مختصر سی راہداری تھی جو دائیں طرف مڑ گئی تھی۔ عمران نے راہداری میں آتے ہی اپنے قدم تیز کر دیئے۔ راہداری کو دیکھ کر اس کا ریڈی میڈو ہن ایک منصوبہ تک پہنچ چکا تھا۔

اور پھر جیسے ہی وہ موڑ کے قریب آیا۔ اس نے تیزی سے موڑ کاٹا اور رک گیا۔ اس کے پیچھے آنے والے بھی بھاگ کر آگے بڑھے۔ اور سب سے پہلے آنے والے وہ آدمی عمران کی زد میں آ گئے۔ عمران نے بڑی پھرتی سے ایک کی سٹین گن پر ہاتھ ڈالا اور دوسرے کے پیٹ میں بھرپور لات جمادی۔ سٹین گن اس کے ہاتھ میں آچکی تھی۔ اسی لمحے چار آدمی اور

بھی سامنے آ گئے۔ اور عمران نے یکدم نیچے بیٹھتے ہوئے سٹین گن کا فائر کھول دیا۔ اور وہ چاروں گولیوں کی بارش میں اچھل کر پشت کے بل نیچے گرے۔ اسی لمحے عمران کی سٹین گن گھومی اور باقی دو بھی اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

یہ سب کچھ اتنی پھرتی سے ہوا کہ ان میں سے کسی کو جوابی حملہ کرنے کی ہمت ہی نہ مل سکی۔

عمران ان کو ختم کر کے ہی تیزی سے واپس پرنس ونچل کے کمرے کی طرف بڑھا۔ ابھی اس نے چند ہی قدم اٹھائے ہوں گے کہ اپنا تک کرے کا دروازہ غائب ہو گیا۔

اب وہاں دروازے کی بجائے پاٹ دیوار تھی۔ عمران پھرتی سے پیچھے مڑا مگر وہاں بھی اب موڑ سے پہلے ٹھوس دیوار نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔ اور عمران اس سنگین قید میں پھنس کر رہ گیا۔ اس کے چاروں طرف دیواریں ہی دیواریں تھیں۔ بے رحم اور ٹھوس دیواریں۔

”ٹا۔۔۔ ٹا۔۔۔ ٹا۔۔۔ پرنس۔۔۔ آخر تم اپنے انجام کو پہنچ ہی گئے۔ ابھی چند لمحوں بعد تمہارا جسم شہید کی سنگیوں کا چھتر بن جائے گا۔“

پرنس ونچل کے خوفناک قہقہوں سے راہداری گونج اٹھی۔

عمران نے اسے جواب دینے کی بجائے ایک بار پھر راہداری میں نظروں گھمایں۔ وہ اپنے بچاؤ کا کوئی راستہ ڈھونڈنا چاہتا تھا۔ مگر اس کی نظروں سنگی دیواروں سے ٹکرا کر پلٹ آئیں۔

”اچھا علی عمران المعروف پرنس آف ڈھپ۔۔۔ بائی بائی۔“

اب ہماری تمہاری ملاقات قیامت کو ہوگی۔ باقی بات چیت وہیں ہوگی۔
پرنس وینچل کی آواز سنائی دی۔

"او کے۔۔۔ بائی بائی۔۔۔ میں خود اس دنیا سے تنگ آ
چکا ہوں۔۔۔ کم از کم جنت میں حوریں تو ملیں گی۔" عمران نے بھی
جواب میں ہنستے ہوئے کہا۔

"حوریں تو میں تمہاری لاسٹس پر بھی بھیج دوں گا۔۔۔ بے فکر رہو۔"
پرنس وینچل کا جواب سنائی دیا۔

"اگر ایسی بات ہے تو میں مرنے کے لئے واقعی سنجیدہ ہو جانا ہوں۔
مگر خیال رکھنا کہیں تم اپنا وعدہ وفاء نہ کرو اور مجھے دوبارہ اس بے وفا
دنیا میں آنا پڑے۔"

عمران نے جواب دیا۔ اس دوران وہ آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا عین
اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں پہلے دروازہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ چونکہ یہ جگہ
میکسٹرم سے پرے کی گئی ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ یہاں سے فائرنگ نہیں
کی جاسکتی۔

"بے فکر رہو۔ بائی بائی۔۔۔ الوداع۔۔۔" پرنس وینچل کی آواز
سنائی دی اور پھر خاموشی چھا گئی۔

عمران دیوار سے لگا خاموشی سے آنے والی موت کا انتظار کرنے
لگا۔

بچہ لمحوں کے گھیر سکوت کے بعد اچانک راہداری پر گھر گھر کی
آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر بھپت پر بے شمار خانے کھلتے چلے گئے۔ ہر
خانے میں سے شین گن کی نال کا ہیرا باہر نکل آیا تھا۔ عمران نے ایک

لمحے کے ہزاروں حصے میں صوت حال کا اندازہ لگایا۔

گو وہ آخری لمحے تک اپنی جان بچانے کا فیصلہ کر چکا تھا، مگر جس
انداز میں مجرموں نے اسے گھیرا تھا۔ اس لحاظ سے اسے اپنے ارادے
میں کامیابی بہت مشکل نظر آرہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ شین گنیں
چاروں طرف گھومتی فائرنگ کریں۔ تو پھر اس کا بچنا ناممکن ہے۔ کیونکہ
اس طرح راہداری کا چہرہ چہرہ ان کی زد میں آجائے گا۔ صرف اس صوت
میں بچاؤ کی امید ہے کہ شین گنیں سرکل میں نہ گھومیں۔

مگر دوسرے لمحے اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ چھت سے جھانکتی ہوئی
شین گنوں کی نالیوں نے بڑی تیزی سے ایک دائرے میں حرکت کی اور
اس سے پہلے کہ عمران کچھ اور سوچتا، مشین گنوں نے بے تحاشہ گولیاں
اگنی شروع کر دیں۔

پورے راہداری میں گولیوں کی بارشیں سی ہو گئی۔ ایک ایک اپنے پر
گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ عمران بچاؤ
کو کلمہ پڑھنے کی فرصت بھی کہاں مل سکتی تھی۔

مجھے نہیں دیکھا۔ کیا خیال ہے اس کے پیچھے جایا جاتے یا نہیں۔ تنویر
کی آواز سنائی دی۔

عمران کوٹھی میں گیا ہے۔۔۔ ٹھیک ہے جانے دو۔ ہمیں صرف
باہر کی نگرانی کرنے کا حکم ملا ہے۔۔۔ ہاں خیال رکھنا۔ اگر عمران کی
کال آئے یا خطرے کا کالشن آئے تو ہمیں فوری طور پر مداخلت کرنی پڑے
گی۔ صدف نے جواب دیا اور پھر بٹن بند کر دیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد اچانک صدف کی کلائی پر ایک بار پھر ضربیں
لگنی شروع ہو گئیں۔ اس نے چونک کر گھڑی کو دیکھا تو گھڑی کے ریمان
میں سرخ رنگ کا ایک نقطہ تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔

صدف تیزی سے آگے بڑھا اور پھر کوٹھی کی دائیں سمت سے ہوتا
ہوا عقب میں آگیا۔ وہ کیپٹن تشکیل کو بھی ساتھ لیتا گیا۔

”تنویر۔۔۔! عمران کس راستے سے اندر گیا ہے؟“ صدف نے
تنویر سے پوچھا۔

”گھر کے راستے۔۔۔ کیوں۔ کیا بات ہے؟“ تنویر نے پوچھا
”عمران خطرے میں ہے۔۔۔ ہمیں فوراً اندر جانا چاہیے۔“
صدف نے جواب دیا اور پھر تیزی سے گھر کے دہانے میں اترتا چلا گیا۔
اس کے پیچھے کیپٹن تشکیل اور تنویر بھی اتر گئے اور وہ عینوں برق رفتاری
سے آگے بڑھتے ہوئے گھر کے دوسرے دہانے کے قریب پہنچ گئے۔

پھر سب سے پہلے صدف باہر نکلا اور اس کے پیچھے کیپٹن تشکیل اور
تنویر بھی آگئے۔ صدف نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظر سامنے کھلی
ہوئی کھڑکی پر پڑی اور وہ اس کی طرف لپکا۔ اس نے سر اندر ڈال کر

صدف کیپٹن تشکیل اور تنویر ایکسٹو کے حکم کے مطابق وائش
منزل سے نکلنے والے پرسنل کا بڑی ہوشیاری سے تعاقب
کرتے ہوئے کنگز کالونی کی اس کوٹھی تک پہنچ گئے جس میں
پرسنل وائش داخل ہوا تھا۔

چونکہ انہیں ایکسٹو نے صرف باہر سے نگرانی کرنے کا حکم دیا تھا۔
اس لئے وہ کوٹھی کے ارد گرد پھیل کر کھڑے ہو گئے۔ گیٹ کی طرف صدف
تھا۔ اس کی دائیں سائیڈ پر تشکیل اور عقب میں تنویر نے جگہ سنبھال لی۔
ابھی انہیں دہان کھڑے چند ہی لمحے ہوئے تھے کہ صدف کی کلائی
پر ضربیں لگنی شروع ہو گئیں۔

”نیس۔۔۔“ صدف نے گھڑی کا ونڈیشن کھینچتے ہوئے کہا۔
”صدف۔۔۔ میں تنویر بول رہا ہوں۔ ابھی ابھی عمران ایک میکی
سے اتر کر کوٹھی کے عقب میں موجود گٹر لائن میں اتر گیا ہے۔ اس نے

کر لیا تھا۔۔۔۔۔ تمبارا پرس اس وقت موت کے جال میں پھنس چکا ہے اور میں پاہتا ہوں کہ تم بھی اسے موت کے خوفی پیشے میں جاتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو سکے کہ تم جس آدمی کے باڈی گارڈ ہو وہ ہمارے مقابلے میں کتنا حقیر اور سیلے لبس ہے۔“ پرس ونگیل نے بڑے فخر سے لہجے میں کہا۔

وہ تینوں خاموش کھڑے رہے۔ اس وقت بھلا وہ کہتے بھی کیا۔

”ان تینوں کو اپر گیکری میں لے آؤ۔“ پرنس وینچل نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

”چلو۔۔۔ اور خبردار اگر کوئی غلط حرکت کی تو بھون کر رکھ دیں گے“ ایک سٹین گن پروار نے کہا۔

اور پھر وہ ان کے محاصرے میں چلتے ہوئے دروازے سے باہر نکلے
یہاں ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ ان کے کمرے میں جاتے ہی کمرہ کسی لفٹ
کی طرح اوپر چڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دور اور پہ جا کر کمرہ رک گیا اور وہ تینوں
کمرے سے باہر آ گئے۔

یہاں ایک عویلی راہدار سی تھی اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ راہری
کے فرش پر جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی بے شمار مشینیں فرٹ تھیں جن میں مشین
گنیں نصب تھیں اور ان کی نالیوں کا رُخ فرش کی طرف تھا۔

ایک سائیڈ پر ایک کافی بڑی مشین موجود تھی جس میں دو بڑے بڑے لیور تھے۔ یہ شاید کنٹرولنگ مشین تھی۔ پرنس وینچل اس مشین کے سامنے کھڑا تھا۔

دومرے لٹے بازوؤں کے ہل پر وہ اچھل کر کمرے میں داخل ہو چکا تھا
پھر جب تک صفدر اندرونی دروازے تک پہنچا۔ کیمپٹن شکیل اور منویر
بھی باتھ روم میں داخل ہو چکے تھے۔

صفر رائے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ کمرہ خالی ہی محسوس ہو رہا تھا۔ صفر رائے ان دونوں کو اپنے پیچھے آئے کا اشارہ کیا اور پھر وہ تینوں یکے بعد دیگرے جھپٹا کر کمرے میں داخل ہو گئے۔ کمرے میں داخلے کے وقت جھپٹوں میں موجود ریوا لوران کے ہاتھوں میں آپٹکے تھے۔ مگر جیسے ہی وہ کمرے کے اندر پہنچے۔ ایک گرجت آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔ ”ہینڈز اپ“۔ اور وہ تینوں ہٹھک کر رک گئے۔ انہیں تقریباً دس سیکنڈوں سے مسلح آدمی گھیر رکھے تھے۔

عقدر نے تنویر کی طرف دیکھا۔ تنویر کے چہرے سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ریوا اور پھینکے کی بجائے اپنی جذباتی عظمت کے مطابق لڑنے پر آمادہ ہے۔ مگر عقدر جاننا تھا کہ دس ستین گنوں کے مقابلے میں ان کے تین ریوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔ اس لئے اس نے اپنا ریوا اور نیچے پھینک کر اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔

چنانچہ اسی کی پوری میں کیپٹن شکیل اور تنویر نے بھی ریوا اور پھینک کر ہاتھ کھڑے کئے۔ ایک آدمی نے ان تینوں کے ریوا اور سمیٹ لئے۔ اسی لمحے دروازے کا پردہ ہلا اور پرنس و شیل اندر داخل ہوا۔

”مغوش آئید دوستو۔۔۔۔۔! مجھے پورا یقین تھا کہ آپ لوگ
مردِ آئیں گے۔ اس لئے میں نے آپ کے استقبال کا مکمل بندوبست

ان تینوں کو بھی اس مشین کے ساتھ ہی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا اور مشین گن بردار ان کے سامنے والی دیوار کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ ان کی مشین گنوں کا رخ ان تینوں کی طرف ہی تھا۔

پرنس ونچل ہاتھ میں چھوٹا سا مائیک پکڑے ہاتھوں میں مصروف تھا۔ وہ بڑے طنزیہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

”حیریں تو میں تمہاری لاش پر بھیج دوں گا۔ بے فکر رہو۔“
اور دوسری طرف سے آنے والی آواز سن کر وہ چوکنے ہو گئے کیونکہ دوسری طرف سے آنے والی آواز عمران کی تھی۔ اس کی بات سن کر پرنس ونچل نے کہا۔

”بے فکر رہو۔۔۔ بائی بائی۔۔۔ الوداع۔“ پرنس ونچل کے لہجے میں بے حد لکھی تھی۔

اور پھر اس نے بڑی معنی خیز نظروں سے صندریہ کیپٹن شکیل اور تنویر کی طرف دیکھے ہوئے مشین کا ایک بٹن دبایا۔ بٹن دبے ہی فرش پر نصب مشینیں حرکت میں آ گئیں۔ فرش پر جہاں جہاں مشینیں فٹ تھیں مناسے کھل گئے اور مشین گنوں کی تالیں فرش سے نیچے ان خانوں میں اتر گئیں۔

صندریہ کیپٹن شکیل اور تنویر تینوں سمجھ گئے کہ پرنس ونچل عمران کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا اور پھر انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں فیصلہ کر لیا۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنے سامنے عمران کو موت کے منہ میں جلتے کیسے دیکھ سکتے تھے۔

پرنس ونچل نے اپنی انگلی سرخ رنگ کے ایک بٹن پر رکھی۔ اور پھر اس نے ایک نظر ان تینوں پر ڈالی۔ اس کی نظروں میں شدید ترین طنز تھا۔ جیسے وہ کہہ رہا ہو اپنے پرنس کا حشر دیکھ لو۔

اور پھر جیسے ہی اس نے مشین کی طرف نظر گھمائی۔ اچانک وہ تینوں پستے کی طرح اپنی جگہ سے اچھلے۔ صندریہ نے پوری قوت سے پرنس ونچل کے پہلو میں اپنی لات ماری اور پرنس ونچل اچھل کر دو فٹ دور ایک مشین گن کے قریب جا گرا۔ مگر اس دوران اس کی انگلی سرخ رنگ کا بٹن دبا چکی تھی۔ اور گئیں رکتے ہی فرش پر فٹ مشین گنوں نے ہولناک آواز سے گولیاں برسائی شروع کر دیں۔

کیپٹن شکیل نے اچھل کر مشین پر لگے ہوئے دونوں یو نیچے کر دیے اور تنویر نے اس سے زیادہ دسک لیا اور وہ بائی جیب لگا کر مشینوں کے اوپر سے اڑتا ہوا سامنے کھڑے مشین گن برداروں میں سے دو کے اوپر جا گرا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اس غیر متوقع پھولشن کا اندازہ کر کے ہنپھلتے، تنویر نے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو برق کی سی تیزی سے استعمال کرتے ہوئے ان میں سے چار کو فرش بوس کر دیا اور پھر وہ ایک طرف پڑی ہوئی ایک مشین گن کی طرف لپکا۔ مگر اس دوران اسے ایک مشین گن بردار نے اس پر فائر کھول دیا۔ مگر اسی لمحے صندریہ نے اس مشین گن بردار پر پھلانگ لگا دی۔ اور وہ اسے گسیٹا ہوا دیوار تک لے گیا۔ نتیجے میں اس کی مشین گن نے گولیاں اگلیں ضرور مگر ان کا رخ اس کے اپنے ہاتھوں کی طرف ہی تھا۔ اور تنویر نے اس موقع سے بھرپور

فائدہ اٹھایا اور اس کی سیٹیں گن نے باقی آدمیوں پر گولیوں کی بارش کر دی۔

اور کیپٹن شکیل نے لیور نیچے کرنے کے فوراً بعد مشین کا وہ سرخ رنگ کا بٹن دوبارہ دبا دیا اور مشین گنیں چلتی بند ہو گئیں۔ اس دوران پرٹس وینچل تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلا اور دروازے کی طرف بھاگنے لگا مگر کیپٹن شکیل نے کسی درندے کی طرح اس پر چھلانگ لگا دی۔ اور دروازے کے قریب ہی اسے چھاپ لیا۔

پرٹس وینچل نے مڑ کر پوری قوت سے اپنی طرف آتے ہوئے کیپٹن شکیل کے پیٹ میں لاٹ ماری اور کیپٹن شکیل دوبارہ ہوا کر رہ گیا۔ پرٹس وینچل نے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر پوری قوت سے رکوع کے بل جھکے ہوئے کیپٹن شکیل کی گردن پر وار کرنا چاہا۔ مگر کیپٹن شکیل نے جھکے جھکے کسی لڑاکے مینڈھے کی طرح اس کے پیٹ میں ٹکرماری اور پرٹس وینچل پشت کے بل دروازے کی دہلیز پر جا گرا۔

اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل اسے چھاپ لیتا اچانک دروازے میں سے تین مشین گن برقرار ظاہر ہوئے اور پھر ان میں سے ایک کی کڑک دار آواز سنائی دی۔

”خبردار۔۔۔ جس حالت میں بھی ہو جگ جاؤ۔“

اور پھر پرٹس وینچل بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کیپٹن شکیل تو براہ راست ان کی زد میں تھا۔ اور صفدر اور تنویر بھی ان کی زد سے باہر نہیں تھے۔ اس وقت ان دونوں کی پوزیشنیں ایسی تھیں کہ اگر وہ ان نو وار حملہ آوروں پر فائرنگ کرتے تو گولیاں پہلے درمیان میں موجود کیپٹن شکیل کو چاٹ

جاتیں اور کیپٹن شکیل چونکہ خالی ہاتھ تھا۔ اس لئے وہ اپنی جگہ بے بس ہو گیا تھا۔ کیپٹن شکیل کی وجہ سے صفدر اور تنویر دونوں کو سیٹیں گنیں پھینک کر ہاتھ اٹھانے پڑے۔ اور سچو لیشن ایک بار پھر بدل گئی۔

”بھون ڈالو۔۔۔۔۔ ان پر اتنی گولیاں برسناؤ کہ ان کے جسم قیے میں تبدیل ہو جائیں۔“

پرٹس وینچل نے غصے سے پھینکتے ہوئے مشین گن برداروں کو حکم دیا۔ اور مشین گن برداروں کی انگلیوں نے تیزی سے ٹریجکول پر حرکت کی۔ ان تینوں کی موت میں اب کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی تھی۔ انگلیوں کا معمولی مزید دباؤ ان کے لئے موت کا پیغام ثابت ہو سکتا تھا۔

مگر اس سے پہلے کہ مشین گنیں گولیاں اگلیں۔ اچانک وہ تینوں منہ کے بل فرش پر جا گرے۔ اور ان کے ہاتھ سے سیٹیں گنیں چھوٹ کر فرش پر لڑھکتی چلی گئیں۔

کیپٹن شکیل نے برق کی سی تیزی سے ایک مشین گن جھپٹ لی اور اس نے اس کی نالی حیرت سے سن کر کھڑے پرٹس وینچل کی چھاتی سے لگا دی۔ وہ تینوں نیچے گرتے ہی تیزی سے اچھلے مگر ایک بار پھر لڑکھڑا کر نیچے جا گرے۔

”خبردار۔۔۔ اب اگر اٹھنے کی کوشش کی تو ریڑھ کی ہڈی توڑ دوں گا۔“ عمران نے کڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور شاید یہ اس کے نیچے کا اثر تھا کہ ان تینوں میں سے کسی نے بھی دوبارہ اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی کوشش نہ کی۔ اور صفدر اور تنویر نے دوبارہ سیٹیں گنیں سنبھال لیں۔

”نت — نت — تم زندہ ہو۔“ پرنس ونچل نے حیرت سے بھرپور لہجے میں عمران کی طرف مڑ کر کہا۔ اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹی ہوئی تھیں۔

”ہاں پرنس ونچل — اچھی طرح دیکھ لو کہ میں زندہ ہوں۔ میں نے تمہیں کیا کہا تھا کہ ابھی منجھلنے تم میری کس کس ادا کی داد دو گے۔“ عمران نے زہریلے لہجے میں کہا۔ اور پھر تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ان تینوں کو لاشوں میں تبدیل کر دو تنویر — یہ تمہارا شکار ہیں“

اور تنویر کو تو ایسا موقع خدا دے۔ اس سے پہلے کہ عمران کی بات ختم ہوتی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ اور وہ تینوں فرس پر پڑے پڑے مینڈکوں کی طرح گولیوں کی بارش میں چند لمحے اچھلتے رہے اور پھر ٹھنڈے پڑ گئے۔

”اب بتاؤ پرنس — تمہارا کیا حشر کیا جائے۔ جلد بتاؤ۔“ عمران نے تلخ لہجے میں پرنس ونچل سے مخاطب ہو کر کہا۔

”م — م — مگر تم زندہ کیسے بچ سکتے۔“ پرنس ونچل نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔ شاید اسے عمران کے اس طرح بچ سکنے پر ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

”تمہیں شاید میرے زندہ بچ رہنے کا یقین نہیں آ رہا۔ منو پرنس۔ جیسے ہی چھت سے گولیوں کی بارش ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی راہداری کا دروازہ بھی کھل گیا۔ اور چونکہ میں اس کے پشت لگائے کھڑا تھا اس لئے جیسے ہی راہداری کا دروازہ کھلا میں پشت کے بل دوسری طرف جا گرا ویسے

اگر دروازہ کھلنے میں چند لمحے کی دیر ہو جاتی تو یقیناً اب تک میں جنت میں حوسوں سے شتر غزروں میں مصروف ہوتا۔“ عمران نے جواب دیا۔

اور پرنس ونچل سمجھ گیا کہ ایسا کیونکر ہوا۔ کیپٹن شمکیل نے منہ ہتے ہی یورگرادیتے تھے اور ان یوروں کے گرتے ہی دونوں طرف کی دیواریں اپنی جگہ سے یقیناً ہٹ گئی ہوں گی۔ اب تک اسے ان یوروں کے گرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا۔

”ٹھیک ہے — میں مانتا ہوں کہ بہر حال تم خوش قسمت ترین انسانوں میں سے ایک ہو۔ اگر تمہارا ساتھی چند لمحے اور لیور نہ گراتا یا میں ان تینوں کو وہیں دوسرے کمرے ہی میں ڈھیر کر دیتا تو مجھے یہ وقت نہ دیکھنا پڑتا۔“ پرنس ونچل نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”میری خوش قسمتی تو خیر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ مگر اب تمہاری خوش قسمتی مشکوک ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اب میں جو کچھ پوچھوں اس کا صحیح صحیح جواب دے دو۔ ورنہ یاد رکھو بعد میں تم نے موت کی دعائیں مانگی ہیں اور تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔“ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟“ پرنس ونچل نے دانت پھیچتے ہوئے کہا۔ ”یہی کہ تمہارا اصل مشن کیا ہے؟“ عمران نے سوال کیا۔ ”میرا اصل مشن یہ ہے کہ میں نے احمق اعظم کا ایکشن جیتا ہے۔ پرنس ونچل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

عمران چند لمحے سخت نظروں سے پرنس ونچل کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ تم دونوں باہر جا کہ پھر دو۔ اس

کمرے میں موجود تمام سامان بھی سمیٹ کر لے جاؤ اور یہاں جو کچھ بھی ہو اس میں نہ تم لے مداخلت کرنی ہے اور نہ کسی کو مداخلت کرنے دینا تاکہ میں اعلیٰ ن سے پرنس وینچل کو الحق اعظم بنا سکوں۔“

عمران نے سپاٹ لہجے میں ان تینوں سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ تینوں خاموشی سے تمام مشین گتیں اٹھائے کمرے سے باہر نکل گئے۔ اب کمرے میں صرف عمران اور پرنس وینچل باقی رہ گئے تھے۔ عمران بھی خالی ہاتھ تھا۔ اور پرنس وینچل بھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو لگھور رہنے لگے۔

”دیکھو عمران۔۔۔ خواہ مخواہ اپنی انرجی ضائع مت کروں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ مجھے شکست ہو چکی ہے۔ اس لئے میں رہنا کارائہ طور پر تمہارے ملک سے واپس جانے کے لئے تیار ہوں۔ ورنہ دوسری سورت میں تم مجھ پر کوئی چارنج نہ لگا سکو گے اور نہ ہی تشدد سے تم مجھ سے کچھ اگلا سکو گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم شرفیاءانہ طور پر الگ ہو جائیں۔“ پرنس وینچل نے قدرے نرم لہجے میں تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”میرے سوال کا جواب دو کہ تمہارا میرے ملک میں اصل مٹن کیا تھا۔ اگر تم نے میرے سوال کا صحیح جواب دیا تو پھر میں تمہاری تجویز پر غور کروں گا۔“ عمران نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

”تمہاری مرضی۔۔۔ بہر حال میں نے تمہیں ابھی آفر دی تھی اگر تم نہیں مانتے تو تم دیکھ لو گے کہ پرنس وینچل تمہارے لئے بوسے کا چننا ثابت ہو گا۔“ پرنس وینچل نے اچانک بجلی کی سی تیزی سے عمران کی کینٹی پر مکر مارنا چاہا۔ عمران نے پھرتی سے اپنا سر نیچا کیا اور پوری قوت سے

گھٹنا پرنس وینچل کے پیٹ میں مار دیا۔ اور پرنس وینچل او غم کی آواز نکالتا ہوا فرسش پر جاگرا۔ عمران پہلے ہی سے اس قسم کے حملے کے لئے تیار تھا۔ اس لئے اس کا یوں آسانی سے ڈانچ میں آجانا ناممکن تھا۔

فرش پر گر گئے ہی پرنس وینچل یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اس کا جسم گوشت پوست کی بجائے پیرنگوں کا بنا ہوا ہے۔ اٹھتے ہی سبائے اس کے کہ وہ عمران پر حملہ کرتا۔ اس نے پوری قوت سے کنٹرولنگ مشین کی طرف چھلانگ لگائی۔

عمران کے لئے اس کا یہ اقدام قطعی غیر متوقع تھا۔ اسی لئے وہ پہلے تو چند لمحوں کے لئے ٹھٹھکا مگر پھر اس نے بھی دوڑ کر پرنس وینچل کو اس اقدام سے باز رکھنا چاہا۔ مگر پرنس وینچل کے لئے اتنا موقع کافی تھا کنٹرولنگ مشین کا چمکے سے ایک لیور ادنیٰ کیا اور پھر انتہائی پھرتی سے دو مٹن دبا دیئے۔ لیور ادنیٰ ہوتے ہی کمرے میں موجود تمام مشین گتیں یکدم عمران کی طرف سیدھی ہو گئیں۔ اور ابھی عمران راستے ہی میں تھا کہ ان مشین گتوں نے بے تحاشا گولیاں اگلی شروع کر دیں اگر عمران ایک لمحے کے لئے بھی چوک جاتا تو یقیناً اس کے جسم میں سینکڑوں سوراخ ہو جاتے۔

عمران نے خطر محسوس کرتے ہی آدھے راستے میں جمپ لگایا اور گولیاں اس کے جسم سے چند اینچ نیچے سے گزرتی چلی گئیں۔ پرنس وینچل نے تیزی سے لیور کو کنٹرول کر کے مشین گتوں کا رخ ادنیٰ کر دیا۔ مگر عمران بھلا اب اسے اتنا موقع دینے والا کب تھا۔ وہ اچھل کر پرنس وینچل پر آپڑا۔ اور پرنس وینچل کو لیتا ہوا مشین کی دوسری طرف دیوار سے جا

مکڑا یا۔ مشین گنیں مسلسل گولیاں اگل رہی تھیں اور ان سب کا رخ دروازے کی طرف تھا۔

”اب تیار ہو جاؤ پرس۔ تم نے اپنا بھرپور وارو استعمال کر لیا ہے۔“ عمران نے اسے دیوار سے رگڑتے ہوئے انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔

پرس وینچل نے اس کے پیٹ میں گھٹنا مارنا چاہا۔ مگر عمران کی بھرپور ٹکرائس کی ناک پر پڑی۔ اور پرس وینچل کے منہ سے چیخ نکلی گئی۔ اس کے ناک کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔

عمران نے اس کی گردن کو جھٹکا دینا چاہا اور پرس وینچل اچھل کر مشین سے ٹکراتا ہوا نیچے فرش پر جا گرا۔ اور پلک جھپکنے میں عمران نے اسے ایک بار پھر چھاپ لیا۔ اور دوسرے لمحے پرس وینچل کے منہ سے انتہائی خوفناک اور درد میں ڈوبی ہوئی چیخ نکلی۔ جب عمران نے اپنی انگلی کے ایک ہی جھٹکے سے اس کی دائیں آنکھ باہر نکال دی تھی۔

پرس وینچل نے دیوار وار عمران کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے لئے ہاتھ پر حملے سے شروع کر دیئے۔ مگر اب عمران کے سر پر بھی جنون طاری ہو چکا تھا۔ اس نے پوری قوت سے پرس وینچل کے دائیں بازو کو جھٹکا دیا اور چیخ کی آواز سے اس کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اب پرس وینچل مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔

مشین گنیں ابھی تک گولیاں برسا رہی تھیں اور سامنے والا دروازہ اور دیوار ان گولیوں سے پھلنی ہو چکے تھے۔ عمران ایک جھٹکے سے پرس وینچل سے علیحدہ ہوا اور پھر اس نے کڑوا لنگ مشین کے بن آف کر دیئے

بن آف ہوتے ہی مشین گنیں رک گئیں۔ اب کمرے میں صرف پرس وینچل کی دردناک چیخیں ہی گونج رہی تھیں۔

”اب بناؤ پرس وینچل۔ تمہارا اس ملک میں اصل مشن کیا تھا۔ در نہ یاد رکھو۔ دوسری بار میں اس وقت پوچھوں گا جب تمہارے جسم کی تمام ہڈیاں ٹوٹ چکی ہوں گی۔“ عمران نے اس کی ٹانگ دوہری کرتے ہوئے کہا۔

اس کا لہجہ اتنا سفاکانہ تھا کہ پرس وینچل کی اکھوتی آنکھ میں خوف کی لہر دوڑتی صاف نظر آرہی تھی۔

”تم ظالم ہو۔۔۔ بے حد ظالم۔۔۔ تم مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اور تم پرس وینچل کے ہاتھوں نہیں بچ سکو گے۔ تمہارا شہر تباہ ہو گا۔“ پرس وینچل نے کراہتے ہوئے کہا۔

”اور تم تو بے حد رحم دل ہو جو مجھے مشین گنز سے بھرتے لگے تھے۔ میں نے تو ابھی ہاتھ ہی استعمال کئے ہیں اور تم یقین رکھو۔ پرس وینچل کے ہاتھ اس قابل نہیں رہیں گے کہ عمران پر اٹھ سکیں۔“ عمران نے طنز پر لہجے میں جواب دیا۔

اور پھر ایک جھٹکا دے کر اس کی پنڈلی کی ہڈی توڑ دی۔ پرس وینچل کے منہ سے ایک عجیب نکلی اور وہ ایک بار پھر ایسی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔

اور عمران نے اس کا دوسرا بازو پکڑ لیا۔

”ٹھہرو۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔ مجھے گولی مار دو۔۔۔ مجھے اس طرح مت مارو۔۔۔ پرس وینچل نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بتلاؤ تمہارا مشن کیا ہے“ عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔
 ”میرا مشن تمہیں اُلجھانا تھا۔۔۔ اصل مشن کا پرنس وینچل کو پتہ ہو گا۔ مجھے بالکل معلوم نہیں“ پرنس وینچل نے ہنکلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر یہ ہوش ہو گیا۔ شاید تکلیف کی شدت اس کی برداشت سے باہر ہو چکی تھی۔ اس کے شاید تصور میں بھی نہیں تھا کہ عمران اس حد تک جاسکتا ہے۔

عمران اس کی بات سن کر حیرت زدہ ہو گیا۔ پرنس وینچل کی بات نے اسے شدید ذہنی جھٹکا پہنچایا تھا۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ اگر پرنس وینچل کی بات صحیح ہے تو پھر زندگیاں میں پہلی بار کسی مجرم کے ہاتھوں احمق بن گیا تھا اس نے ایک لمحے کے لئے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر دوسرے لمحے یہ ہوش پرنس وینچل کے گال پر چھڑھٹا دیا۔ تھپڑ میں اتنی شدت تھی کہ پرنس وینچل دوبارہ ہوش میں آگیا۔ اس کے منہ سے کراہ بھل گئی۔
 ”اگر تم پرنس وینچل نہیں ہو تو کون ہو اور پرنس وینچل کہاں ہے۔ جلدی بگڑو۔“ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں پوچھا۔

”ایک صورت میں بتاؤں گا۔ اگر تم وعدہ کرو کہ مجھے گولی مار دو گے۔ اس حالت میں زندہ رہنے سے مر جانا بہتر ہے۔“ پرنس وینچل نے اٹکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔“ عمران نے سناک لہجے میں کہا۔

”میں پرنس وینچل کا جڑواں بھائی ایس وینچل ہوں۔ ہم دونوں کی شکل اتنی ملتی ہے کہ لوگ ہمیں پہچان نہیں سکتے۔ میرا بھائی جان وینچل ہی ہمارے گروہ کا سربراہ ہے۔ ہم دونوں نے دھوکہ دینے کے لئے علیحدہ علیحدہ گروہ

بنائے ہوئے ہیں۔ ہمیشہ سامنے میں رہتا ہوں۔ میرا بھائی انڈر گراؤنڈ رہتا ہے۔ میں ملک کی سیکرٹ سروس کو اُلجھاتا ہوں اور میرا بھائی اصل پرنس وینچل اپنا مشن پورا کر لیتا ہے۔ اور سچ بات یہ ہے کہ مجھے یا میرے گروپ کو اصل مشن کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ اور یہی پرنس کی کامیابی کا راز ہے۔ میرے گروپ کے ارکان مجھے ہی اصل پرنس وینچل سمجھتے ہیں اور میرے بھائی کو وائٹ فاکس کے کوڈ کے نام سے جانتے ہیں۔ بس یہ ہے اصل بات۔ اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ اور مجھے گولی مار دو۔ مگر یہ یقین رکھو کہ میرا بھائی تم سے اتنا خوفناک انتقام لے گا کہ تمہاری آئندہ نسلیں بھی تمہاری حالت کا تصور کر کے پکپکاتی رہیں گی۔“

پرنس وینچل نے آہستہ آہستہ بولتے ہوئے کہا۔
 عمران اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا تھا کہ ایس جو کچھ کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں۔۔۔ مگر مرنے سے پہلے اس بات کا یقین کر لو کہ میری آئندہ نسلیں اگر ہوئیں تو کپکپانے کی بجائے تم جیسے مجرموں کا سر توڑنے کا فریضہ انجام دیتیں۔“ عمران نے پاپاٹ لہجے میں کہا۔

اور پھر ایس کو گردن سے پکڑ کر یوں اور پراٹھا لیا جیسے کوئی بچہ کسی کھلوے کو اٹھاتا ہے اور اسے لیجا کر اس نے دیوار کے قریب لٹا دیا اور خود واپس کنٹرولنگ مشین کی طرف بڑھ آیا۔

”مجھے رحم کرو۔۔۔ مجھے مت مارو۔۔۔ مجھے مت مارو۔“ اچانک پرنس ہدیا کی انداز میں چیخ پڑا۔ موت کو سامنے دیکھ کر اچھے اچھوں کی سی

گم ہو جاتی ہے۔

”وعدہ بہر حال وعدہ ہے۔“ عمران نے ٹھنڈے لہجے میں کہا اور پھر لیورڈیا کو اس نے مشین گنوں کا رخ ایلیس کی طرف کیا۔ اور دوسرے لمحے شبن دبا دیا۔

مشین گنیں ایک بار پھر قہقہے لگنے لگیں اور ایلیس کا جسم گولیوں کی بارش میں پانی سے باہر موجود مچھلی کی طرح تڑپتا رہا اور عمران نے شبن اس وقت آف کیا جب ایلیس کا جسم پھیلنے ہو چکا تھا۔

اور پھر عمران خاموشی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا تو ایک طرف تنویر شبن گن پچھڑے بت بنا کھڑا تھا۔ عمران کے چہرے پر وحشت اور بربریت کچھ اس طرح مسلط تھی کہ تنویر اسے دیکھتے ہی لاشعوری طور پر اسٹن شبن ہو گیا۔

”صنذر کہاں ہے تنویر۔۔۔؟“ عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”باہر موجود ہے۔“ تنویر نے بیحد مودبانہ انداز میں جواب دیا۔

اور پھر عمران خاموشی سے باہر نکل گیا۔ ایک راہداری سے باہر آنے کے بعد صنذر اسے مل گیا۔

”عمران صاحب! ہم پر بڑا نازک وقت گزرا ہے۔“ آپ نے اندر آنے سے منع کر دیا تھا۔

صنذر نے بیحد سنجیدگی سے کہا۔

”وقت ہے بھی نازک صنذر۔۔۔ اس بار ہمیں مجرموں نے جو

پھوٹ دی ہے وہ مدتوں یاد رہے گی۔ بہر حال میں جا رہا ہوں تم پوری کوٹھی کی تلاشی لینا اور اگر کوئی کام کی چیز ہو تو سنبھال لینا۔ اور پھر اس

کوٹھی کو ہم سے تباہ کر دینا کہ مجرم آئندہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔
باقی تفصیلات ایجنٹ کو بتا دینا۔“ عمران نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”تو کیا پرس و نچل کے خاتے کے باوجود مجرم موجود ہیں؟“ صنذر نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں صنذر۔۔۔ یہی تو چوٹ ہوتی ہے۔ اصل مجرم تو سامنے

ہی نہیں آئے اور ہم خواہ مخواہ فضولیات کے پیچھے پڑے رہے۔
بہر حال دیکھا جائے گا۔“

عمران نے جواب دیا اور پھر تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

”ہاں یہ ہے ظاہر کہ ہم نے شروع سے جسے پرس و نچل سمجھا تھا وہ دراصل پرس و نچل نہیں تھا۔ بلکہ اس کا جڑواں بھائی ایس و نچل ہے چونکہ اس گروہ کے متعلق تفصیلی معلومات کسی کو بھی معلوم نہیں ہیں۔ اس لئے جس طرح سب دھوکہ کھاتے چلے آئے ہیں ہم بھی دھوکہ کھا گئے۔ اصل بات کا تو اب پتہ چلا ہے کہ جان و نچل اور ایس و نچل دو جڑواں بھائی ہیں۔ جان و نچل گروہ کا سربراہ ہے مگر فیس پر ایس و نچل رہتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایس و نچل سیکرٹ مرس کو الٹھا لیتا اور جان و نچل اپنا اصل مشن آرام و سکون سے پورا کر لیتا۔

ہمارے ساتھ بھی یہی چال کھیلی گئی ہے۔ ایس و نچل پرس و نچل کی موت میں ہمارے سامنے آیا اور عین ان کی چال کے مطابق ہم اس میں الجھ کر رہ گئے۔ اور نتیجہ یہ کہ جب میں نے ایس و نچل پر ہاتھ ڈالا تو اب پتہ چلا کہ وہ صرف ڈھکی تھا۔

اصل پرس و نچل تو ہمارے سامنے ہی نہیں آیا۔ اور ذہنی ہمیں معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے اور اس کا اصل مشن کیا ہے۔ بنجانے وہ اپنا مشن پورا کر چکا ہے یا کرنے والا ہے۔ بہر حال ہم اس وقت بھی اسی پوزیشن میں ہیں جس میں شروع میں تھے۔ اور پرس و نچل بنجانے کہاں تک آگے بڑھ چکا ہوگا۔ اس کا ہمیں قطعی علم نہیں۔“ عمران نے تفصیل بتائی۔

”مگر عمران صاحب۔۔۔ ایس و نچل یا اس کے گروہ کے اڈیوں کو تو معلوم ہوگا کہ پرس و نچل کیا کر رہا ہے۔“ بلیک زیرو نے سوال کیا۔

عمران سے کسی ہمارے ہوئے جواری کی طرح کمر سے میں داخل ہوا اور بلیک زیرو اس کی کیفیت دیکھ کر گھبرا گیا۔ اس نے آج تک عمران کو اس طرح شکست خوردہ نہیں دیکھا تھا۔

”خیر بہت عمران صاحب۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ آج تو آپ بالکل پتہ مردہ دکھائی دے رہے ہیں۔“ بلیک زیرو نے تشویش آمیز لہجے میں جواب دیا۔ اور عمران کرسی پر گر سا گیا۔

”کیا بتاؤں۔۔۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ مجرموں نے مجھے اس بار خوب اچھی طرح بیوقوف بنایا ہے اور اب جبکہ مجرموں کی چال کا مجھے پتہ چلا ہے تو میں اپنے آپ کو واقعی احمق اعظم محسوس کر رہا ہوں۔“ عمران نے ہمدردی سے بھرا لہجہ میں کہا۔

”کیا ہوا۔۔۔ کیا پرس و نچل ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ کچھ مجھے بھی بتلائیے۔“ بلیک زیرو عمران کے موڈ کو دیکھ کر ہمدردی سے بھرا لہجہ میں کہا۔

”نہیں ظاہر۔۔۔ اس کا بھی اس نے انتظام کیا ہوا ہے اس کے اور ایس کے گروپ علیحدہ علیحدہ ہیں۔ دونوں گروپ ایک دوسرے کو نہیں جانتے۔ پرنس وینچل ایس وینچل کے گروپ کے لئے واسٹ فاکس ہے۔ اور اپنے گروپ کے لئے ڈبلیو“۔ اب ہم نے واسٹ فاکس کو ختم کر دیا ہے۔ مگر ہمارا اصل مجرم ”ڈبلیو“ منوڈ آزاد ہے۔ عمران نے اسے مزید تفصیلات بتائیں۔

”واقعی تشویشناک مرحلہ ہے“۔ بلیک زیرو نے بھی کہا۔

”بلیک زیرو۔۔۔ تم ایسا کرو کہ فوراً والٹس منزل کا بیرونی منظر تبدیل کر دو۔ کیونکہ جیسے ہی پرنس وینچل کو ایس وینچل کی موت کا علم ہوتا ہے اس نے فوراً والٹس منزل پر انتقامی حملہ کر دینا ہے اور اس طرح ہم اصل مشن سے ہٹ کر بھڑکیاں میں الجھ جائیں گے۔“ عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

اور بلیک زیرو اٹھ کر کنٹرول روم کی طرف بڑھ گیا۔ تاکہ والٹس منزل کا بیرونی منظر تبدیل کر سکے۔

عمران نے کسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ کسی گہری سوخ میں مبتلا تھا کہ اچانک اس کی کڑائی پر ضربیں لگنے لگیں۔ عمران نے چونک کر ریٹ واپس کا دینڈیشن کھینچ لیا۔ اور چھکا بند سہیلے بچھنے لگا۔ عمران سمجھ گیا کہ ٹائیگر کال کر رہا ہے۔ اور ساتھ ہی اسے یاد آ گیا کہ گٹر میں جاتے ہوئے بھی ٹائیگر نے کرنل حبیب اور غیر ملکیوں کے متعلق بتایا تھا۔ عمران نے ٹال دیا تھا۔ کیونکہ فوجی معاملات میں وہ بغیر کسی خاص وجہ کے مداخلت نہیں کرتا تھا۔ اس کے لئے ملٹری سیکرٹ سروس ہی کافی تھی اسلئے

اس نے ٹائیگر کو ٹال دیا تھا لیکن اب ٹائیگر کی کال نے اسے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ چنانچہ ہی سوچتے ہوئے اس نے وینڈیشن کو مخصوص انداز میں دبا کر کھینچ لیا۔

”یہ۔۔۔ عمران سپیکنگ اور“ عمران نے پُر وقار لہجے میں کہا۔

”ٹائیگر سپیکنگ ہاں۔۔۔ آپ کے لئے میرے پاس اہم خبریں ہیں۔۔۔ اور“ دوسری طرف سے ٹائیگر کی موڈ بارہ آواز سنائی دی۔

”تمہید مت باندھا کرو ٹائیگر۔۔۔ رپورٹ دو۔ اور“ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”سوری باس۔۔۔ رپورٹ سنئے۔۔۔ کرنل حبیب اور غیر ملکیوں کی ہوٹل جیکارڈ میں گفتگو میں نے چیک کی ہے۔ وارا حکومت سے بیس میل دور فوجی اینرپورٹ پر کل رات بارہ بجے ایک جہاز خفیہ طور پر اترے گا۔ جس میں سے ایک بینڈل وزارت دفاع کے غائبانہ کے حوالے کیا جائے گا۔ اور پھر سائنسدان اور وزارت دفاع کا نمائندہ کار میں اس بینڈل کو پہلے وزارت دفاع کے ہیڈ کوارٹر میں لے جائیں گے۔ اور پھر اسے ایٹمک انرجی کمیشن پہنچا دیا جائے گا۔ ملٹری سیکرٹ سروس کا اینرپورٹ پر سخت پہرہ ہوگا۔

اور جس کار میں بینڈل جائے گا۔ اس کے آگے پیچھے ملٹری سیکرٹ سروس کی چار حفاظتی کاریں ہوں گی۔ وہ غیر ملکی اس بینڈل کو اڑانا چاہتے ہیں۔ اور“ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اس میں دخل اندازی کریں۔۔۔ یہ ملٹری سیکرٹ سروس کا کس ہے۔ وہ خود ہی اس سے نیٹ لیں گے۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کر سکتے ہیں کہ اس سازش کے متعلق انہیں آگاہ کر دیں۔۔۔ اور ”عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”جیسا آپ مناسب سمجھیں بائس۔۔۔ بہر حال میں نے یہ کہیں نہیں کیا تھا اور آپ نے چونکہ اس کی تفصیلات طلب کی تھیں اس لئے میں نے تفصیلات آپ کو بتا دیں۔ اور۔۔۔“

ٹائیگر نے جواب دیا۔ مگر اس کے لہجے میں افسردگی کا ہلکا سا پرتو محسوس ہوا تھا۔ جیسے اسے عمران کے جواب سے مایوسی ہوئی ہو۔ ظاہر ہے اس نے اپنی صلاحیتوں سے اس کہیں کو ٹر لیں کیا تھا اور پھر محنت کر کے اس کی تفصیلات حاصل کیں مگر عمران نے اسے مایوس کر دیا تھا۔

”ان غیر ملکیوں کا علیہ بتاؤ۔۔۔ اور مزید کوئی قابل ذکر بات ہو تو بتاؤ تاکہ ملٹری سیکرٹ سروس کو میں یقینی شبہ سے سکوں۔ اور۔۔۔“ عمران نے ٹائیگر سے کہا۔

اور پھر ٹائیگر نے ان کا حلیہ بھی بتلایا اور پھر ان کے درمیان چلنے والی تمام گفتگو لفظ بہ لفظ سنائی شروع کر دی۔ اور جب ٹائیگر نے گفتگو کے درمیان ڈبلیو کا نام لیا۔ تو عمران اس بڑی طرح اچھلا کہ جیسے گڑا میں کرنٹ آگیا ہو۔

”کیا کہہ رہے ہو ٹائیگر۔۔۔ کیا واقعی غیر ملکیوں نے ”ڈبلیو“

کا نام لیا تھا۔۔۔ اور ”عمران نے انتہائی مشتاق لہجے میں کہا۔

”بائس بائس۔۔۔ انہوں نے ڈبلیو کا نام اسے کہہ کر نل حبیب کو دھکی دیا تھی۔ اور۔۔۔“

ٹائیگر نے پر جوش لہجے میں کہا۔ شاید اسے عمران کے لہجے سے امید لگ گئی تھی کہ اب عمران اس سلسلے میں خود کام کرے گا۔

”اگر یہ بات ہے ٹائیگر تو یقین رکھو تم نے انتہائی شاندار کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب ملٹری سیکرٹ سروس کی بجائے میں خود اس کہیں پر کام کروں گا۔۔۔ یہ ہمارا کہیں ہے۔ اور۔۔۔“ عمران کا لہجہ بے حد پرجوش تھا۔

”تھینک یو بائس۔۔۔ اب میری محنت ٹھکانے لگی ہے۔۔۔ بہر حال میرے لئے کیا حکم ہے۔ اور۔۔۔“ ٹائیگر نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

”تم ایسا کرو۔۔۔ کرنل حبیب کو انخوار کر کے اس کا میک اپ کر لو تاکہ تم اس رات عین بروقت تمام انتظامات اور دیگر تفصیلات بتا سکو۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔ اور اینڈ آف“ عمران نے جواب دیا۔ اور پٹن دبا کر رائیفل ختم کر دیا۔

بلیک ڈیرو اس دوران واپس آچکا تھا۔ عمران کا چہرہ جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس کے اعصاب پر چھانی ہوئی اشرودگی کی گڑبگڑ چکی تھی۔

”کوئی ٹیلیفون کیا ہے عمران صاحب۔۔۔“ بلیک ڈیرو نے امید بھرے لہجے میں پوچھا۔

”ہاں طاہر۔۔۔ ٹائیگر نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ہمیں

مزدور ہو رہا ہے۔ کرنل ڈی نے قدر سے تعجب آمیز لہجہ میں جواب دیا۔

”کرنل ڈی۔۔۔۔۔ جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دیں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ موضوع سے ہٹ کر باتیں کرتا رہوں۔“ عمران نے اس بار قدر سے سخت لہجے میں کہا۔

”دیری سوری۔۔۔۔۔ صرف تعجب کی وجہ سے میں نے یہ چند باتیں کی تھیں۔ بہر حال اٹانک مشن کے سلسلے میں ہمیں کچھ زیادہ تفصیلات کا علم نہیں ہے۔ وزارت دفاع نے ہمیں کنکٹ کیا ہے کہ ہم ایک ہنڈل اپنی حفاظت میں اٹانک انرجی کمیشن تک پہنچا دیں۔۔۔۔۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اس ہنڈل میں کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔“ کرنل ڈی نے جواب دیا۔

”آپ نے اس سلسلے میں کیا اقدامات کئے ہیں؟“ عمران نے پوچھا۔

”ہم نے پورے ایر پورٹ کو گھیرے میں لینے اور ہنڈل والی کار کی حفاظت کے لئے چار کاروں کا انتظام کیا ہے جن میں ملٹری سیکرٹ سروس کے اہلکار ہوں گے۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے کہ اتنا کچھ کافی ہے کیا آپ اس میں دلچسپی لے رہے ہیں؟“

کرنل ڈی نے جواب دیا۔

”میں ابھی اس سلسلے میں غور کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ کیونکہ مجھے اخلاعات ملی ہیں کہ مجرموں کا ایک گروہ اس ہنڈل کو اڑانے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ اگر ایسی بات ہے تو ہم اپنے انتظامات کو سخت کر دیں گے۔ بہر حال یہ کیس خالصتاً ہمارا ہے اور ہم اس سے بیٹنا خوب

پرنس وینچل کے اصل مشن کا پتہ چل گیا ہے۔۔۔۔۔ اب میں دیکھوں گا کہ پرنس وینچل کس طرح کامیاب ہوتا ہے۔“

عمران نے جواب دیا اور پھر مختصر طور پر بلیک زیرو کو مشن کے متعلق بتلایا۔

اس کے بعد اس نے ٹیلیفون کا ریسپورڈ اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

”ایکسٹو پیکنگ۔۔۔۔۔ کرنل ڈی سے بات کراؤ۔“ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”ہیں سر۔۔۔۔۔ ایک سیکنڈ ہولڈ کیجئے۔“ دوسری طرف سے ملٹری سیکرٹ سروس کے چیف کرنل ڈی کے پی اسے نے جواب دیا۔

اور پھر چند لمحوں بعد دوسری طرف سے کرنل ڈی کی بھاری بھر کم آواز سنائی دی۔

”کرنل ڈی پیکنگ۔“

”ایکسٹو۔۔۔۔۔ عمران نے بھی باوقار لہجے میں جواب دیا۔

”جی ہاں۔۔۔۔۔ کیا حکم ہے؟“ کرنل ڈی نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”کرنل ڈی۔۔۔۔۔ کل رات بارہ بجے ملٹری ایر پورٹ پر کیا مشن ہر انجام دیا جائے والا ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ اٹانک انرجی کمیشن کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ بہر حال میں آپ سے یہ تو نہیں پوچھوں گا کہ یہ ٹاپ سیکرٹ آپ تک کیسے پہنچا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ ہم سے زیادہ باخبر ہوتے ہیں مگر مجھے تعجب

جانتے ہیں۔“ کرنل ڈی نے جواب دیا۔
 ”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میں دیکھ لوں گا۔ بہر حال آپ جو کہنے
 رہیں۔۔۔۔۔ بائی۔ بائی۔“

عمران نے جواب دیا اور پھر کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اور پھر
 اس نے دوسرے نمبر ڈائل کئے۔ اور رابطہ قائم ہوتے ہی عمران نے کہا۔
 ”ایکسٹو پیکنگ۔۔۔۔۔ سرطاہر سے بات کرائیں۔“
 ”اوکے سر۔۔۔۔۔ ایک منٹ ہو لڈ کریں۔“ دوسری طرف سے
 سیکرٹری وزارت دفاع سرطاہر کے پی اسے کی موقعاہ آواز سنائی دی۔
 اور چند لمحوں بعد سرطاہر کی آواز سنائی دی۔

”طاہر پیکنگ۔“

”ایکسٹو۔“ عمران نے مخصوص انداز اور پُر وقار لہجے میں کہا۔
 ”سرطاہر۔۔۔۔۔ یہ بتلائیے کہ کل رات جو بنڈل وزارت دفاع کے
 تحت لایا جا رہا ہے، اس کی کیا اہمیت ہے۔۔۔۔۔ مجھے تفصیلات
 چاہئیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ امگر اس کے متعلق آپ کو کیسے علم ہوا۔ یہ تو
 ٹاپ سیکرٹ ہے۔“ طرہی سیکرٹ سروس اور وزارت دفاع کے علاوہ
 کسی کو اس کے متعلق کچھ علم نہیں۔“

سرطاہر نے انتہائی تعجب آمیز لہجے میں کہا۔

”سرطاہر۔۔۔۔۔ آپ ایکسٹو سے بات کر رہے ہیں اس لئے
 آپ کا تعجب فضول ہے۔۔۔۔۔ آپ مجھے تفصیلات بتائیں۔“ عمران
 نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

”سوری۔۔۔۔۔ تفصیلات یہ ہیں کہ ہمارے ملک نے ایٹمی طاقت
 بننے کا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ ہمارے ہمسایہ ملک نے ایٹمی دھماکہ کر دیا ہے
 اس لئے طاقت کا توازن برابر کرنے کے لئے ہمارا بھی ایٹمی طاقت بننا
 ضروری ہے۔“

سرطاہر نے تفصیلات بتانی شروع کر دیں۔
 ”سرطاہر۔۔۔۔۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ غیر ضروری باتوں سے
 اشتباہ کو کے مختصر طور پر بتلائیں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہوتا۔
 عمران نے ایک بار پھر سرطاہر کو ٹوکتے ہوئے کہا۔ مگر اس بار اس کا
 لہجہ بید سخت تھا۔

”سوری۔۔۔۔۔ میں صرف پس منظر بتا رہا تھا۔“ سرطاہر نے جواب
 دیا۔ ان کے لہجے سے ناگواری حیاں تھیں۔ مگر مقابل میں ایکسٹو تھا۔ اس لئے
 وہ مجبور تھے کیونکہ وہ ایکسٹو کے اختیارات سے اچھی طرح واقف تھے۔
 ”اصل بات یہ ہے کہ ہمارے پاس ایٹمی دھماکہ کرنے کے لئے یورینیم
 ۲۳۵ کی مقدار پوری نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے اپنے دوست ملک
 سانیائے تنجیہ طور پر یورینیم ۲۳۵ حاصل کرنے کا معاہدہ کیا ہے اور کل
 رات بارہ بجے حکومت سانیائے کاپیشیل طیارہ یورینیم ۲۳۵ لے کر ہمارے
 ملک آ رہا ہے۔“ سرطاہر نے جواب دیا۔

”تو کیا اس بنڈل میں یورینیم ۲۳۵ ہوگا۔“

عمران نے چونک کر پوچھا۔ اس کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ وہ بنڈل
 اس حد تک قیمتی ہو سکتا ہے۔
 ”جی ہاں۔۔۔۔۔ اسی لئے تو اسے ٹاپ سیکرٹ رکھا گیا ہے۔“

اور اس وجہ سے مجھے تعجب ہوا تھا کہ آپ کو اس کا علم کیسے ہو گیا۔
سرطاہر نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ معلومات کے لئے شکریہ۔۔۔۔۔ بہر حال
آپ کو چاہیے تھا کہ اتنے اہم مشن کے لئے وزارت خارجہ کو ضرور مطلع کرتے
ہیں اس سلسلے میں پرائم منسٹر سے بات کر دیں گے۔
عمران نے سخت لہجے میں کہا اب پھر ریسورہ کھ دیا۔ اسی کے چہرے پر
غصے کے آثار تھے۔

”یر تو معاملہ بید سیرس نکلا۔“ بلیک زیرو نے جو اس گفتگو کے دوران
خاموش بیٹھا تھا، عمران سے کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ بید سیرس۔۔۔۔۔ اور سرطاہر کی حالت دیکھو کہ اتنے
اہم مشن کے لئے اس نے ہمیں مطلع ہی نہیں کیا۔ اگر ٹائیگر اسے دریافت
نہ کرتا تو پرنس وینچل یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔ اور بعد میں ہمیں
کہا جاتا کہ ہم وہ بنڈل دستیاب کریں۔ یقیناً ہمسایہ ملک نے اس بنڈل کو
حاصل کرنے کے لئے پرنس وینچل کی خدمات حاصل کی ہیں۔“
عمران نے غصے سے بھرپور لہجے میں جواب دیا۔

”اب کیا پروگرام ہے۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے ہمیں اس سلسلے میں
فوری اقدام کرنے چاہئیں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم حکومت
سائیا سے بات کر کے ملٹری ایئرپورٹ کی بجائے جہاز کو کسی اور مقام پر اتار
لیں۔“ بلیک زیرو نے تجویز پیش کی۔

”نہیں یہ فضول رہے گا۔۔۔۔۔ ایسی مجرم تنظیموں کے ہاتھ رہے
ہوتے ہیں۔ اگر انہیں اس ایئرپورٹ پر جہاز کو اتارنے کی اطلاع مل سکتی ہے

وہ پروگرام میں تبدیلی کی اطلاع بھی یقیناً انہیں مل جائے گی اور دوسری بات
اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ مجرموں کو اس تبدیلی کا پتہ نہیں چلے گا تو
اس طرح گوہر مال کی حفاظت تو کر لیں گے مگر مجرموں کو گرفتار نہیں کر سکیں
گے۔ وہ بدستور انڈر گراؤنڈ رہیں گے اور ہو سکتا ہے وہ اسے
حاصل کرنے کے لئے ٹائمبک انرجی کمیشن پر ریڈ کر دیں۔ اس طرح اس اہم
ادارے کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔

ہمیں ہر قیمت پر مجرموں کو گرفتار کرنا ہے اور اس کی یہی صورت
ہے کہ اس ایئرپورٹ پر ان سے مقابلہ کیا جائے۔“
عمران نے جواب دیا۔

اور بلیک زیرو کی سمجھ میں بات آگئی۔ عمران کا ذہن واقعی ہر پہلو پر
سوچنے کا عادی تھا۔

”تم مجرموں کو الٹ کر دو۔۔۔۔۔ میں سرسلطان سے تفصیلی
بات چیت کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں ٹائل پروگرام مرتب کر دوں گا۔ ہمیں
ہر قیمت پر پرنس وینچل کو ناکام کرنا ہے۔“ عمران نے کہا اب پھر اٹھ کر مکرے
سے باہر نکل گیا۔

ٹھیک ہے۔ میں کرنل ڈی کے کیس میں مداخلت نہیں کروں گا۔ وہ بھی اپنے بازو آزمائے۔ مگر میں نے محسوس کیا ہے کہ اگر مجرم کا میاں بھونگے تو کرنل ڈی تو زیادہ سے زیادہ استغناء دے کر علیحدہ ہو جائے گا۔ مگر اس کی ناکامی سے ملک کو جو نقصان پہنچے گا وہ ناقابل تلافی ہوگا۔ اور کم از کم میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ کرنل ڈی اور سرطاہر کی ضد کی بناء پر مجرم اس ملک سے کامیاب لوٹیں۔ یہ سیکرٹ سروس کی توہین ہے۔“

عمران نے پرسبوش لیجے میں کہا۔

”مجھے تمہاری حب الوطنی سے یہی امید تھی اور تمہارا رے یہ فقرات سن کر میرا سر فخر سے اونچا ہو گیا ہے۔ تم واقعی وسیع ظرف کے مالک ہو۔“

سرسلطان نے تحسین آمیز لیجے میں کہا۔ ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

”ٹھیک ہے۔ آپ یہ ٹرانسمیٹر رکھ لیں اور پرائم منسٹر سے بھی بات کر لیں۔ جس وقت میں آپ کو کال کروں۔ آپ بندہ پرائم منسٹر اور سرطاہر و ہاں پہنچ جائیں۔ بلیک زبرد آپ کو مجرموں کے ہیڈ کوارٹر کے لئے ملے گا۔ تاکہ یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ کرنل ڈی نے کیا تیر مارا ہے اور ایکسٹو کی کیا اہمیت ہے۔“ عمران نے ایک چھوٹا سا کہیں جیب سے نکال کر سرسلطان کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔

”مگر کہاں؟“ سرسلطان نے حیرت سے پوچھا۔

”میں ٹرانسمیٹر پر جگہ بتا دوں گا۔“ مجھے امید ہے کہ کرنل ڈی

سرسلطان۔ آپ اس بات کو ذہن میں رکھ لیجئے کہ کرنل ڈی کسی قیمت پر اس باکس کو نہیں بچا سکے گا۔“

عمران نے غصے سے شرح ہو کر کہا۔

”بیٹے۔ اب تم نے خود دیکھ لیا کہ میں مجبور ہوں۔ ورنہ مجھے بھی اس بات کا اتنا ہی یقین ہے جتنا کہ تمہیں کہ باکس مجرم لے اڑیں گے۔ مگر کرنل ڈی اور سرطاہر نے پرائم منسٹر کو یقین دلایا کہ وہ اسے کنٹرول کر لیں گے اور ایکسٹو اس معاملے میں مداخلت نہ کرے۔ اس لئے پرائم منسٹر نے مداخلت سے منع کر دیا ہے۔“

سرسلطان نے ندامت آمیز لیجے میں کہا۔

عمران چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے کے انصاف تھے ہوتے تھے۔ اور وہ کسی گہری سوچ میں مبتلا تھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کا چہرہ پرسکون ہوتا چلا گیا۔ شاید وہ کسی فیصلے پر پہنچ گیا ہو۔

اس وقت تک ہتھیار ڈال چکا ہوگا اور اس وقت سرطانی اور پرائم مشین کو بھی احساس ہو چکا ہوگا کہ کرنل ڈمی کی مشین نے کیا نکل کھلایا ہے۔
اس لئے یہ سب آجائیں گے۔“

عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ سلطان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے
کہا۔

عمران نے رستہ واضح کا مٹن کیپنی اور گھڑی پر چھکا ہند سہیلے
 پہننے لگا۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز بلند ہوئی۔
 ”ٹائیگر پیکنگ — اور“

”عمران سپیکنگ۔۔۔۔۔ کس پوزیشن میں ہو۔۔۔ اور“

عمران نے پوچھا۔

”میں کرنل حبیب کا روپ دھار چکا ہوں پاس — اور اسی وقت ایک پورٹ پر موجود ہوں۔“

”مزید کوئی برصغوریات — اور“ عمران نے سوال کیا۔

”باس مزید معلومات پر ہیں کہ مجرم ایڈیٹورٹ سے باہر مشترک پر وہ
بندل اڑائیں گے۔ اس سے زیادہ مجھے معلوم نہیں۔“ اور
ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اچھا پڑھناؤ کہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ تم تو ان کے ہیڈ کوارٹر میں بھی گئے تھے۔۔۔۔۔ اس کا محل وقوع بتاؤ۔۔۔۔۔ اور“

عمران نے سوال کیا اور ٹائیگر نے انہیں اس میڈ کو از ٹرک کا پتہ اور

اس کا اندرونی محل وقوع تفصیل سے بتلادیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ تم بہر حال چوکنے رہو اور اگر کوئی مزید معلومات
میں تو مجھے فوراً مطلع کر دیں۔۔۔ اور اینڈ آل“۔

عمران نے کہا اور پھر ونڈ میں دو باکرہ رابطہ ختم کر دیا۔ سر سلطان خاموش بیٹھ بات چیت سن رہے تھے۔

عمران نے میز پر رکھا ہوا ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور پھر ریسپونڈ اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا۔
 "کیپٹن شکیل سپیکنگ"۔ دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

"ایکھٹو"—عران نے یروکار لہجے میں کہا۔

”پس سر۔۔۔ فرمائیے“

کیپٹن اسماعیل نے موڈ بانٹ لیجے میں کہا۔

”دیکھیں شکیل ————— دیکھیں کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو بارہ پر جاؤ۔“

مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ بھرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اپنے ساتھ ایمر جنسی
 ایک اپ باکس بھی لے جانا۔ کوٹھی کے اندر داخل ہونے کے بعد تم نے دو
 کام کرنے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس بات کا تعین کرنا ہے کہ آیا

واقعی وہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر ہے یا نہیں — دوسرا یہ کہ وہاں کسی اہم شخصیت کا روپ تم نے دھارنا ہے۔ اپنے ساتھ بی ٹی کا ٹرانسمیٹر بھی لے جانا — مجھے ایک گھنٹہ بعد اس کے متعلق تفصیلی رپورٹ

دو۔۔۔ مزید ہدایات میں اسی وقت مول کا اور سب نمبرز کو بھی سکھ
دو کہ وہ کوٹھی کو گھر لیں۔ ”عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر سر۔۔۔ میں ابھی وہاں جاتا ہوں۔“ کمیشنر نے جواب دیا۔

عمران نے ریسپورڈک دیا اور پھر گھڑی میں وقت دیکھا۔ ابھی صرف آٹھ بجے تھے۔ آپریشن میں چار گھنٹے باقی تھے۔

”اچھا مجھے اجازت دیں۔۔۔ میں نے مزید انتظامات کرنے ہیں۔ آپ پرائم منسٹر سے بات کر لیں۔۔۔ میری کال ملتے ہی آپ پرائم منسٹر کو لے کر مطلوبہ جگہ پر پہنچ جائیں۔ وہاں آپ کو بلیک زریہ بحیثیت ایکسٹوگائیڈ کرے گا۔“

عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر سر سلطان سے مصافحہ کر کے باہر نکل آیا۔

رات کے گیارہ بجے تھے جب عمران نے ویسٹریج کالونی کی کوٹھی نمبر ۱۱۲ سے تھوڑی دور آگے جا کر اپنی کارروکی اور پھر کار سے اتر کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کوٹھی کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ مین گیٹ کے قریب پہنچ کر وہ ایک درخت کی آڑ میں رک گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ سر پر مخصوص انداز میں بچھرا۔ اور چند لمحوں بعد بائیں سائیڈ سے ایک سیاہ پوش عمارت کی آڑ سے نکل کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔

”صنذر۔۔۔“ عمران نے سیاہ پوش کے قریب پہنچتے ہوئے دبے لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔۔۔ میں صنذر ہوں۔“ سیاہ پوش نے جواب دیا۔

”کوٹھی کی کیا پوزیشن ہے؟“ عمران نے پوچھا۔
”کوٹھی سے چار کاریں باہر جاسکتی ہیں۔ گیٹ آٹومیٹک ہے۔“ صنذر

نے جواب دیا۔

”کیا تمام عہدہ موجود ہیں؟“ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔۔۔ سوائے جوئے کے سب موجود ہیں۔“ صنذر نے

جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ تم ایسا کرو۔ میرے ساتھ اندر چلو اور باقی عہدہ سے بھی کہہ دو کہ وہ مختلف راستوں سے کوٹھی کے اندر داخل ہونا چاہئیں۔ کوٹھی پر ہمارا مکمل قبضہ ہونا چاہیے۔“

عمران نے صنذر سے کہا اور پھر صنذر نے رستہ واپس پر سب کو عمران کی ہدایت سے آگاہ کر دیا۔

اور پھر صنذر اور عمران دونوں کوٹھی کی وائیں طرف کی دیوار کی طرف بڑھنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں دیوار پر سے ہوتے ہوئے اندر کود چکے تھے۔ کوٹھی میں کودتے ہی وہ دیوار کی جڑ میں دھکے لگے۔ اور پھر انہیں برآمدے کے قریب دو آدمی نظر آ گئے۔ وہ دونوں مسلح تھے شاید دھماکہ کی آواز سن کر باہر نکلے تھے۔ عمران نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا رخ ان کی طرف کیا اور پھر دوبارہ کلک کی آواز نکلی اور وہ

دونوں کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین پر گر پڑے۔ ان کے گرتے ہی صنذر اور عمران تیزی سے آگے بڑھے۔ اور پھر انہیں کوٹھی کی پچھلی طرف بھی سائیکسٹر لگے ریوالوروں کی آوازیں سنائی دیں اور ساتھ ہی ایک دہلی پہنچ بھی اٹھری۔

عمران اور صنذر برآمدے میں رک گئے۔ تھوڑی دیر بعد تنویر اور

نعمانی پچھل طرف سے مڑ کر برآمدے میں پہنچ گئے۔

”بہن آدمی تھے ختم کر دیئے۔“ تنویر نے بتایا اور پھر بائیں سائیڈ سے صلیقی بھی پہنچ گیا۔ اس نے بتایا کہ ادھر کوئی نہیں۔

اور پھر عمران اور صفدر کو بھیٹ کے اندر داخل ہو گئے۔ تمام کوٹھی خالی پڑی تھی۔ مجرم شاید صرف پانچ آدمیوں کو کوٹھی کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر خود آپریشن کے لئے گئے تھے۔

جلد ہی عمران نے تہہ خانہ ڈھونڈ نکالا۔ جو برنس وینچل کا آپریشن روم تھا۔ اچھی طرح چیکنگ کرنے کے بعد عمران اور صفدر باہر آ گئے۔ تم سب لوگ کوٹھی کے اندر مختلف جگہوں پر بکھر جاؤ۔ ایکسٹو ویاں

پہنچے گا۔ اور پھر پرائم منسٹر اور سر سلطان اور سر طاہر بھی وہاں آئیں گے۔ اس وقت ایکسٹو کے ساتھ صرف صفدر اندر آئے گا۔ باقی لوگ بدستور اپنی جگہوں پر جمے رہیں گے۔ کیونکہ مجرموں کے سرخنے پہلے اندر آئیں گے اور مجرموں کے ساتھ ہی بعد میں۔

مجرموں کے سرخنوں کو تو میں کور کر لوں گا۔ باقی مجرموں کو تم لوگوں نے کور کرنا ہے۔ تم لوگوں نے سائیکسٹر لگے ریوالور استعمال کرنے ہیں۔ مشور پیدا نہیں ہونے دینا۔ کسی قسم کا رسک لینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ پرائم منسٹر نے آنا ہے۔ اس لئے ہمیں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہیئے۔ عمران نے ان سب کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم خیال رکھیں گے۔“ صفدر اور دوسرے ساتھیوں نے جواب دیا اور پھر وہ سب واپس مڑ گئے۔

عمران واپس اندر چلا گیا۔ تہہ خانے میں پہنچ کر عمران نے کمرے

میں رکھی ہوئی الماری کے پیچھے اپنی جگہ بنالی۔ اور پھر اس نے گھڑی دیکھی تو بارہ بجنے میں چند منٹ باقی رہ گئے تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ کھیل شروع ہوئے والہ ہے۔ اور اب اس کی تمام کامیابی کا دار و مدار صرف اس بات پر تھا کہ مجرم کامیاب ہو جائیں۔

ویسے اسے مکمل یقین تھا کہ برنس وینچل وہ باکس ضرور حاصل کر لے گا۔ برنس وینچل نے جو پروگرام بنایا تھا۔ اس کا بھی اسے علم تھا۔ اس پروگرام کو دیکھتے ہوئے اسے مکمل یقین تھا کہ برنس وینچل کامیاب ہو جائے گا۔ یہ پروگرام کرنل ڈی کے بس سے باہر تھا۔

ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اچانک کھانا پیر میں لگتی شروع ہو گئیں۔ رست و اخراج کا ونڈیشن کھینچا تو ڈائل پر نوکاس ہندسہ جلنے لگے۔ عمران نے ونڈیشن دوبارہ دیا دیا۔ یہ آپریشن شروع ہونے کا کاشن تھا۔ برنس وینچل اپنا کام شروع کر چکا تھا۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر جیب سے ایک چپٹا سا باکس نکال کر اس کی راڈ کھینچی اور مین و بادیار دوسرے لمحے اس نے بات شروع کر دی۔

”جیلو۔۔۔ علی عمران سپیکنگ۔۔۔ اور۔۔۔ عمران نے کہا۔“
”ہیں۔۔۔ طاہر سپیکنگ۔۔۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے بلیک زیزو کی آواز سنائی دی۔“

”طاہر۔۔۔ ایکسٹو کے ڈریس میں ویسٹریج کا لوٹی کی کوٹھی نمبر ۱۱۲ پر مین منٹ کے اندر پہنچ جاؤ۔۔۔ سر سلطان، پرائم منسٹر اور سر طاہر کو وہیں ریسیو کر کے کوٹھی کے اندر لے آنا۔“ صفدر مہتاب ہے

ساتھ مل جائے گا۔ وہ تم سب کو تہہ خانے میں لے آئے گا۔ میں تہہ خانے میں موجود ہوں گا۔ اور ایسٹڈ آل؟

عمران نے بلیک زیر کو ہدایت کی اور رابطہ ختم کر دیا۔ اور پھر سوئیاں ایک بار پھر مختلف ہندسوں پر سیٹ کیں۔ دوسری طرف سے صندری کی آواز سنائی دی۔

”صندری مجرموں کے سرغنے کسی بھی لمحے آنے والے ہیں۔ انہیں ہماری موجودگی کا شک نہیں ہونا چاہیے۔ بیس منٹ بعد ایکسٹرا اور دیگر حکام بھی پسپہ ہائیں گے۔ تم نے انہیں تہہ خانے میں لے آنا ہے۔ اور اپنے دیگر ساتھیوں کو بعد میں آنے والے مجرموں کے ساتھیوں سے متعلق ایک بار پھر ہدایت کر دینا۔ اور ایسٹڈ آل؟“ عمران نے اسے ہدایت کی اور پھر بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا اور خود ریوالور سنبھال لے چکے انداز میں اٹاری کے پیچھے چھپا انتظار کرنے لگا۔

رات کے بارہ بجنے میں ابھی چند منٹ باقی تھے۔ آسمان پر یاد دل چھائے ہوئے تھے۔ اس لئے ماحول پر گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ملٹری ایرپورٹ اور اس کے ارد گرد کا تمام علاقہ بھی اندھیرے میں غرق تھا۔ اندھیرا اس قدر تھا کہ دس بارہ گز سے زیادہ دور کی چیز نظر نہیں آرہی تھی۔

ایرپورٹ سے نکل کر شہر کی طرف جانے والی سڑک کی تمام لائنیں بھی بجھتی ہوئی تھیں۔ اور اس سڑک پر ہر دو فرلانگ کے بعد ملٹری کی جلیپیں سائڈ پر موجود تھیں۔

مگر اسی سڑک پر ایرپورٹ سے تقریباً ایک میل دور ایک کافی بڑی بلڈنگ زیر تعمیر تھی۔ بلڈنگ پر چھتیں پڑ چکی تھیں۔ صرف پلستر کا کام رہتا تھا۔

اس وقت بلڈنگ کی چھت پر گہرے اندھیرے میں دو آدمی پیٹ

کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ وہ خود بھی سیاہ رنگ کے لباس میں ملبوس تھے اس لئے اندھیرے کا جزو بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے آنکھوں پر ٹائٹ ٹیلی سکوپ لگایا ہوا تھا۔ اس سے گہرے اندھیرے کے باوجود بہت دور تک کی چیزیں صاف نظر آرہی تھیں۔

”کیا تمام انتظامات مکمل ہیں ممبران؟“ دو مین لگائے ہوئے آدمی نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔ یہ پرس و پچل تھا۔

”یس باکس۔۔۔۔۔ پروگرام کے مطابق تمام انتظامات مکمل ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔۔۔۔۔ ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔“ ممبروں نے جواب دیا۔

”جہاز اُسنے ہی والا ہے۔“ پرس و پچل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

ابھی اس کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ اچانک رن وے کی بٹیاں جل اٹھیں اور ٹاور پر لگی ہوئی سرخ روشنی بھی جلنے بجھنے لگی پرس و پچل ٹائٹ ٹیلی سکوپ کے ذریعہ سب کچھ صاف دیکھ رہا تھا اور پھر چند لمحوں بعد اس نے ایک چھوٹا سا جہاز ایئر پورٹ پر اترتے ہوئے دیکھا۔

”تیار ہو جاؤ ممبروں۔۔۔۔۔ اپریشن شروع ہوئی والا ہے۔“ پرس و پچل نے کہا اور ممبروں نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے چھوٹے سے ڈبل کاہٹن دبایا۔ اور ڈبل ہلچے میں کہنے لگا۔

”الٹ۔۔۔۔۔ ریڈی فار آپریشن ویٹ فار سیکنڈ کال۔ اور۔۔۔“

جہاز رن وے پر بھاگتا ہوا اسٹاپ پوائنٹ پر آکر رک گیا۔ جہاز کے دروازے سے دو آدمی باہر آئے۔ میٹھیوں سے اتر کر وہ فرسٹس پر

پہنچے۔ ان سے دس گز دور ایک سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ اس کار کے آگے بلینچ آدمی سیاہ سوٹوں میں ملبوس خاموش کھڑے تھے۔

جہاز سے اترنے والے دونوں آدمی باوقار انداز میں قدم بڑھاتے ہوئے ان پانچوں آدمیوں کے قریب پہنچے۔ پھر ان میں چند کلمات کا تبادلہ ہوا۔ پرس و پچل ان کے ہونٹ ہلتے صاف دیکھ رہا تھا۔ پھر ان سب نے مصافحہ کیا۔ اور مصافحہ کے بعد آئیوا لوں میں سے ایک نے مڑ کر ہاتھ کو ہوا میں مخصوص انداز میں لہرایا۔

اس کے ہاتھ لہراتے ہی جہاز کے دروازے میں سے ایک اور آدمی نمودار ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں ایک ہاکس اٹھایا ہوا تھا۔ ہاکس کو لئے وہ میٹھیوں اتر اور پھر تیز قدم اٹھاتا ان سب کے قریب پہنچ گیا۔ ان دونوں آدمیوں نے ہاکس دال پہلے سے موجود آدمیوں کے حوالے کیا اور پھر جیب سے ایک کاغذ نکال کر ان کے سامنے کر دیا۔ اور ساتھ ہی جیب سے پنسل مارچ نکال کر بدلتی۔ اور اس کی روشنی کاغذ پر ڈالنے لگا۔

پانچوں میں سے ایک نے اس کاغذ کے آخر میں دستخط کئے اور اس آدمی نے کاغذ تہہ کر کے جیب میں ڈال لیا۔ اور ایک بار پھر ان سب سے مصافحہ کیا۔ اور واپس جہاز کی طرف چل دیے۔ ان کے جہاز میں جانے کے بعد میٹھی ہٹا دی گئی۔ اور جہاز سٹارٹ ہو کر دوبارہ رن وے پر دوڑنے لگا۔

چند لمحوں بعد جہاز فضا میں پرواز کر گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رن وے اور ٹاور کی بٹیاں بھی بجھ گئیں۔ بٹیاں بجھتے ہی وہ پانچوں آدمی تیزی سے

کھیت کے قریب رُکے۔ وہاں دو آدمی پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے باکس ان کے حوالے کیا اور پھر خود دوسری طرف مرا گئے۔

باکس لینے والے آگے بڑھے اور پھر کھیت کے دوسری طرف ایک کار کے قریب جا کر رُکے۔ ان کے قریب پہنچتے ہی کار کا پچھلا دروازہ کھل گیا۔

”جلدی بیٹھو۔“ پرنس وینچل کی کراخت آواز سنائی دی اور وہ دونوں تیزی سے کار میں بیٹھ گئے۔

ان کے بیٹھتے ہی کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ نمبرون کار کو ڈرائیو کر رہا تھا اور پرنس وینچل اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ان دونوں آدمیوں کے ہاتھوں سے باکس سنبھال لیا۔ کار میں انتہائی نفیس اور اعلیٰ قسم کا سائیکلسرنگا ہوا تھا۔ اس کار کے چلنے سے ذرہ برابر بھی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

کار جلد ہی ایک سڑک پر پہنچ گئی۔ اور پھر خاصی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی مختلف سڑکیں کراس کر کے ولیمز کالونی کی ایک عمارت ان کوٹھی کے گیٹ پر رکی۔ کار کی بڑی بتیاں بجھ گئیں اور اس کے ساتھ ہی گیٹ کھل گیا۔ اور کار اندر داخل ہو گئی۔ گیٹ خود بخود دوبارہ بند ہو گیا۔ کار سیدھی پورچ میں جا کر رکی اور پھر پرنس وینچل اور نمبرون نیچے اتر آئے۔ وہ دونوں برآمدے سے ہوتے ہوئے اندر چلے گئے۔ اب وہ ایک ہٹے کمرے میں پہنچ گئے۔

پرنس وینچل نے درمیان میں رکھی ہوئی میز پر باکس رکھا۔ اس کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو چکا تھا۔

”ٹرانسمیٹر لے آؤ۔ میں کرنل لاسارے سے بات کر کے اسے خوشخبری بھی ماؤں اور باکس پہنچانے کی بات کروں۔ ہمیں صبح ہی اس باکس کو ان کے سفارت خانے پہنچانا ہے۔“ پرنس وینچل نے کہا اور نمبرون کمرے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اپنی اس کامیابی پر اس کا چہرہ بھی جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔ گوانہوں نے چند کارکنوں کو تو ضرور اس مشن کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔ مگر مشن میں کامیابی کے سامنے یہ قربانی کیج سکتی۔ کارکن تو اور بھی پیدا کئے جاسکتے ہیں۔

”عمران کو جب معلوم ہو گا کہ ہم مشن میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ تو وہ یقیناً اپنی لڑکیاں نوچنے پر مجبور ہو جائے گا۔“ پرنس وینچل نے کہا۔

”اگر وہ غیرت مند ہے تو خود کشی کر لے۔“ نمبرون نے میز پر ٹرانسمیٹر رکھتے ہوئے کہا۔ اور ان دونوں کے مشترکہ قہقہے سے کمرہ گونج اٹھا۔

”بڑی اچھی تجویز ہے پرنس وینچل۔“ اچانک عمران کی آواز کمرے میں گونجی اور عمران الماری کے پیچھے سے باہر نکل آیا۔

اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا رخ پرنس وینچل کی طرف تھا۔ اور ان دونوں کی ہنسی کو یوں بریک لگ گیا جیسے چلتی ہوئی مشین اچانک رک جائے۔

پرنس وینچل کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں۔ اس کا نہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اور وہ بہت بنا سامنے کھڑے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

عمران کے چہرے پر بڑی معصوم سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ چند دن بعد پرنس وینچل نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر اس نے معنی خیز نظروں سے نمبرون کی طرف دیکھا جیسے وہ اسے کہہ رہا ہو کہ عمران پر جھپٹ پڑنا

چاہیے۔ اور پھر نمبر دن سے تیزی سے حرکت کی اور اس نے جھپٹ کر میز پر پڑا ہوا ہاکس اٹھالیا اور دوسرے لمحے اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اب اس کے ہاتھ میں بھی ریوالتور چمک رہا تھا جس کا رخ پرس و پنچل کی طرف تھا۔

”نمبر دن — کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟“ پرس و پنچل کے چہرے پر غصے سے زلزلے کی کیفیت طاری ہو گئی۔

”نمبر دن پیارہ تو اب فرشتوں سے اپنا حساب کتاب چکا رہا ہوگا۔ یہ تو کیپٹن تشکیل ہے سیکرٹ سروس کا میرا عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن تشکیل نے یوں سر جھکایا جیسے اپنی ایکٹنگ کی پرس و پنچل سے داد وصول کرنا چاہتا ہو۔

اور اس بار پرس و پنچل کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر حیرت اور تعجب کے آثار دوڑ گئے۔

”اگر تمہیں اپنے آدمیوں کے آنے کی امید ہو تو ان کے متعلق بھی تسلی کر لو۔ وہ سب جہنم رسید ہو چکے ہیں“ عمران نے ایک اور وار کیا اور پرس و پنچل کا چہرہ لٹک گیا۔

اسی لمحے میٹریوں پر قدموں کی آوازیں آئیں۔ کیپٹن تشکیل چونک پڑا۔ مگر عمران اسی طرح اطمینان سے کھڑا رہا البتہ پرس و پنچل کے چہرے پر امید کے آثار دوڑ گئے۔ شاید وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کے سامنے پہنچ گئے ہیں۔ دوسرے لمحے دروازہ زور سے کھلا اور پھر صند، سرسلطان، سرطاہر پرائم منسٹر اور کرنل ڈی اندر داخل ہوئے۔

”بچے سرطاہر اور کرنل ڈی — آپ کا مجرم بعد اس ہاکس کے“

ایکسٹون نے اپنے مخصوص انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے افسوس سے جناب — میں نے آپ کے مقابلے میں اپنی صلاحیتوں کا قلم اندازہ لگایا تھا۔ واقعی میں آپ کی صلاحیتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں معافی چاہتا ہوں“ کرنل ڈی نے سستے ہوئے لہجہ میں کہا۔

”تھینک یو مسٹر ایکسٹو — واقعی آپ اور آپ کے ساتھی ملک کا خیر منظر ہیں۔ میں بھی معذرت خواہ ہوں۔ اگر آپ لوگ چوکنے نہ رہتے تو مجرم ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچا چکا تھا۔“ پرائم منسٹر نے ایکسٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔

پھر عمران کے اشارے پر کیپٹن تشکیل نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہاکس سرطاہر کی طرف بڑھا دیا۔

اور سرطاہر نے ندامت آمیز انداز میں ہاکس سنبھال لیا۔ ان کے چہرے پر پنجاب کے آثار نمایاں تھے۔

”اس مجرم کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کر دیجئے۔ پرائم منسٹر نے حکم دیا اور پھر واپس مڑ گئے۔ سرسلطان، سرطاہر، کرنل ڈی اور ایکسٹو بھی ان کے ہاتھ ہی کمرے سے باہر نکل گئے۔ اب کمرے میں کیپٹن تشکیل، صند اور عمران رہ گئے۔

پرائم منسٹر کا حکم سن کر پرس و پنچل کے چہرے پر زندگی کے آثار دوڑ گئے۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ پرائم منسٹر کے حکم کے بعد اسے قتل نہیں کیا جائے گا اس لئے اس نے گرفتاری کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔

”سوری پرس و پنچل، واٹس فاکس یا ڈبلیو — تمہارا بے بیسے خطرناک مجرم کو زندہ چھوڑ دینا میرے اصول کے خلاف ہے۔ مجھے معلوم ہے

عمران سیریز میں قطعی منغزو، انتہائی دلچسپ اور سحر انگیز یوگا ناول

بلیک ورلڈ

سینٹرل نمبر

مصنف مظہر کلیم ایم اے

بلیک ورلڈ شیطان کی دنیا، شیطان اور اس کے کارندوں کی دنیا جہاں سیاہ قوتوں کا راج ہے۔ جہاں انسانیت کے خلاف ہر سطح پر شیطانی انداز میں کام جاری رہتا ہے۔ پروفیسر البرٹ شیطانی دنیا کا ایک ایسا کردار جو شیطان کا نائب تھا اور جس نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے خاتمے کے لئے ایک خوفناک شیطانی منصوبے پر کام شروع کر دیا۔ یہ منصوبہ کیا تھا؟

ریمیس ایک ایسا جادوئی زیور جو صدیوں پہلے ایک شیطانی معبد کے بچاری کی ملکیت تھا اور پروفیسر البرٹ کو اس کی تلاش تھی۔ کیوں؟ وہ اس سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا؟

جبوتی ایک شیطانی قوت جو انتہائی خوبصورت عورت کے روپ میں عمران سے ٹکرائی اور اس کا دعویٰ تھا کہ عمران اس کی شیطانت سے کسی صورت بھی نہ بچ سکے گا۔ کیا واقعی ایسا ہوا؟ کیا جبوتی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی؟

بلیک ورلڈ جس کے مقابل عمران، جوزف، جونا اور ٹائیگر سمیت جب میدان میں اترا تو عمران کو پہلی ہار احساس ہوا کہ بلیک ورلڈ کی شیطانی قوتیں کس قدر طاقتور اور خوفناک قوتوں کی مالک ہیں۔

تم نے جیل سے فرار ہو جانا ہے۔

عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا اور پھر ریو الور کا ٹریجر دبا دیا۔ ہلکی سی ٹھک کی آواز پیدا ہوئی اور سائینسنگے ریو الور کی گولی سیدھی پرٹنس وینل کے سینے پر پڑی۔ اور پرنس وینل الٹی کر نیچے جا گرا۔ گولی اس کے دل میں دھنس چکی تھی۔ اس لئے ایک دو لمحے تڑپنے کے بعد وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

”ہو نہ ہو۔۔۔۔۔ میرے مقابلے پر احمق اعظم ہونے لگتا تھا۔ احمق کہیں کا؟“ عمران نے ریو الور جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل اور صفدر دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

ختم شد

عمران میرزہ کی پہلی دلچسپ اور شگفتہ نثر

گولڈن سپاٹ

مصنف
منظہر کلیم ایم اے

کراکون

بلیک تھنڈر کے مقابلے کی تنظیم جو پوری دنیا پر قبضہ کرنا چاہتی تھی۔

کراکون

یہودیوں کی ایسی تنظیم جس کی سرپرستی اسرائیل کر رہا تھا۔ جس نے بلیک تھنڈر کے خاتمے کے لئے عمران کو آلہ کار بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن عمران نے کراکون کے خلاف کام شروع کر دیا۔ کیوں؟

گولڈن سپاٹ

ایک ایسا جرمیہ جس پر کراکون کا وہ پراجیکٹ تیار ہو رہا تھا جس کے ذریعے اس نے پوری دنیا پر قبضہ کرنا تھا۔

گولڈن سپاٹ

جہاں سے پہلا تجربہ پاکیشیا پر کئے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ پراجیکٹ کیا تھا۔؟

گولڈن سپاٹ

جسے کراکون نے پوری دنیا سے خفیہ رکھا ہوا تھا اور مولے چند افراد کے کسی کو اس کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔

گولڈن سپاٹ

جس کی تباہی کے لئے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس دیوانہ وار میدان

بلیک ورلڈ ایک ایسی پراسرار، سحر انگیز اور انوکھی دنیا جس کا ہر معاملہ عام دنیا سے ہٹ کر تھا۔

بلیک ورلڈ جس کی پراسرار اور انوکھی قوتوں کے مقابلے عمران کو بالکل منفرد انداز میں جدوجہد کرنی پڑی۔ انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز کی جدوجہد۔

وہ لمحہ جب عمران اور اس کے ساتھی شیطانی قوتوں کے خوفناک پنجوں میں پھنس کر رہ گئے اور ان کے بچ نکلنے کی کوئی راہ باقی نہ رہی۔ کیا عمران اور اس کے ساتھی شیطانی قوتوں کا شکار ہو گئے۔ یا؟

بلیک ورلڈ جس کے خلاف طویل جدوجہد کے بعد آخر کار ناکامی ہی عمران کا مقدر بنی۔ کیوں اور کیسے؟ کیا واقعی عمران ناکام ہو گیا تھا۔ یا؟

بلیک ورلڈ جس کے خلاف کام کرتے ہوئے عمران کو عام دنیاوی اسلحے کی بجائے قطعی مختلف انداز کی طاقت کا سہارا لینا پڑا۔ وہ طاقت کیا تھی؟

قطعی مختلف انداز کی کہانی۔ انتہائی منفرد انداز کی جدوجہد

تخیر اور سحر کی فصول کاریوں میں لپٹی ہوئی ایک پراسرار دنیا کی کہانی
ایک ایسا ناول جو اس سے قبل صفحہ قرطاس پر نہیں ابھرا

آج ہی اپنے قریبی بک سٹل سے طلب فرمائیں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمل میں کود پڑے اور پھر کراکون اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے درمیان انتہائی خوفناک اور جان لیوا جدوجہد کا آغاز ہو گیا۔ ایسی جدوجہد جس کا ہر لمحہ قیامت کا لمحہ بن کر رہ گیا۔

گولڈن سپاٹ

عمران اور اس کے ساتھیوں کی زندگی کا انتہائی کشمکش مشن۔

گولڈن سپاٹ

ایک ایسا مشن جس میں عمران اور اس کے ساتھیوں کا بچ نکلنا ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ کیسے —؟

کیا عمران اور اس کے ساتھی گولڈن سپاٹ کو ٹریس کر کے تباہ کرنے میں کامیاب ہو سکے — یا —؟

مسلسل اور اچھائی پروڈکشنز
مصائب کو غم نہ کر دیتے ہلاک نہیں
لحمہ لہوہ لہوہ لہوہ لہوہ لہوہ
اچھائی پروڈکشنز اور اس کے ساتھی اچھائی پروڈکشنز
آج ہی اپنے قریبی ایک مثال سے طلب فرمائیں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

مطبعة

الطبعة الأولى ١٩٥٤
الطبعة الثانية ١٩٥٤
الطبعة الثالثة ١٩٥٤
الطبعة الرابعة ١٩٥٤